بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 46

ہفت روزہ
بدر
قادیان

The Weekly BADR Qadian

شمارہ نمبر: 32

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک 10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

3 ربیع الثانی 1418 ہجری 7 ظہور 1376 ہش 7 اگست 1997ء

اخبار احمدیہ

لندن ۲۵ر بر ۲، (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل) آج سے جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۳۲واں جلسہ سالانہ شروع ہو چکا ہے جو آئندہ دو یوم تک جاری رہے گا حضور انور نے آج خطبہ جمعہ کے ذریعہ اس سالانہ جلسہ کا افتتاح فرمایا حضور نے ۱۸۹۷ء و ۱۹۹۷ء کی حیرت انگیز مماثلتوں کا ذکر فرمایا نماز جمعہ کے بعد ہندوستانی وقت کے مطابق ۳۰:۷ بجے شام سیدنا حضرت امیر المومنین نے لوائے احمدیت لہرایا تلاوت و نظم کے بعد حضرت امیر المومنین نے افتتاحی خطاب فرماتے ہوئے سو سال قبل لیکھرام سے متعلق پوری

(باقی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن شریف نے ہی کھلے طور پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کیلئے آیا ہے

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

.....اس جگہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ابتدائے زمانہ میں صرف ایک الہامی کتاب انسانوں کو کیوں دی گئی ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا کتابیں کیوں نہ دی گئیں اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے زمانہ میں انسان تھوڑے تھے اور اس تعداد سے بھی کمتر تھے۔ جو اُن کو ایک قوم کہا جائے اس لئے اُن کے لئے صرف ایک کتاب کافی تھی پھر بعد اس کے جب دنیا میں انسان پھیل گئے اور ہر ایک حصہ زمین کے باشندوں کا ایک قوم بن گئی اور بباعث دُور دراز مسافتوں کے ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے بالکل بے خبر ہو گئی ایسے زمانوں میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے جُدا جُدا رسول اور الہامی کتابیں دی جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور پھر جب نوع انسان نے دُنیا کی آبادی میں ترقی کی اور ملاقات کے لئے راہ کھل گئی اور ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے سامان میسّر آگئے اور اس بات کا علم ہو گیا کہ فلاں فلاں حصہ زمین پر نوع انسان رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اِن سب کو پھر دوبارہ ایک قوم کی طرح بنا دیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر اُن کو جمع کیا جاوے۔ تب خُدا نے تمام ملکوں کیلئے ایک کتاب بھیجی اور اس کتاب میں حکم فرمایا کہ جس جس زمانہ میں یہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے اُن کا فرض ہو گا کہ اُن کو قبول کریں اور اس پر ایمان لاویں اور وہ کتاب قرآن شریف ہے جو تمام ملکوں کا باہمی رشتہ قائم کرنے کے لئے آئی ہے۔ قرآن سے پہلی سب کتابیں مختص القوم کہلاتی تھیں۔ یعنی صرف ایک قوم کے لئے ہی آتی تھیں۔ چنانچہ شامی، فارسی، ہندی، چینی، مصری، رومی یہ سب قومیں تھیں جن کے لئے جو کتابیں یا رسول آئے وہ صرف اپنی قوم تک محدود تھے دوسری قوم سے اُن کو کچھ تعلق اور واسطہ نہ تھا مگر سب کے بعد قرآن شریف آیا۔ جو ایک عالمگیر کتاب ہے اور کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام قوموں کے لئے ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف ایک ایسی اُمت کیلئے آیا جو آہستہ آہستہ ایک ہی قوم بننا چاہتی تھی۔ سو اب زمانہ کے لئے ایسے سامان میسر آگئے ہیں جو مختلف قوموں کو وحدت کا رنگ بخشتے جاتے ہیں۔ باہمی ملاقات جو اصل جڑہ ایک قوم بننے کی ہے ایسی سہل ہو گئی ہے کہ برسوں کی راہ چند دِنوں میں طے ہو سکتی ہے اور پیغام رسانی کیلئے وہ سبیلیں پیدا ہو گئی ہیں کہ جو ایک برس میں بھی کسی دُور دراز ملک کی خبر نہیں آسکتی تھی وہ اب ایک ساعت میں آسکتی ہے۔ زمانہ میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہو رہا ہے اور تمدّنی دریا کی دھار نے ایک ایسی طرف رُخ کر لیا ہے جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ تمام قوموں کو جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ایک قوم بنا دے اور ہزارہا برسوں کے بچھڑے ہوؤں کو پھر باہم ملا دے۔ اور یہ خبر قرآن شریف میں موجود ہے اور قرآن شریف نے ہی کھلے طور پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قُل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ یعنی تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تم سب کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرماتا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃً للعالمین۔ یعنی میں نے تمام عالموں کے لئے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور پھر فرماتا ہے لتکون للعالمین نذیرًا یعنی ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تمام دنیا کو ڈراوے۔ لیکن ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے پہلے دنیا کی کسی الہامی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے اپنی رسالت کو اپنی قوم تک ہی محدود رکھا یہاں تک کہ جس نبی کو عیسائیوں نے خدا قرار دیا اُس کے منہ سے بھی یہی نکلا کہ "میں اسرائیل کی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا"۔ اور زمانہ کے حالات نے بھی گواہی دی کہ قرآن شریف کا یہ دعویٰ تبلیغ عام کا عین موقعہ پر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت تبلیغ عام کا دروازہ کھل گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے بعد نزول اس آیت کے کہ قل یاایھا الناس اِنی رسول اللّٰہ اِلیکُم جمیعًا۔ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے خط لکھے تھے کسی اور نبی نے غیر قوموں کے بادشاہوں کی طرف دعوتِ دین کے ہرگز خط نہیں لکھے کیونکہ وہ دوسری قوموں کی دعوت کے لئے مامور نہ تھے یہ عام دعوت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہی شروع ہوئی اور مسیح موعود کے زمانہ میں اور اُس کے ہاتھ سے کمال تک پہنچی۔

جو کچھ قرآن شریف نے توحید کا تخم بلاد عرب، فارس، مصر، شام، ہند، چین، افغانستان کشمیر وغیرہ بلاد میں بو دیا ہے اور اکثر بلاد سے بُت پرستی اور دیگر اقسام کی مخلوق پرستی کا تخم جڑہ سے اُکھاڑ دیا ہے یہ ایک ایسی کارروائی ہے کہ اس کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں پائی جاتی۔

اور پھر ہم اپنے مضمون کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ ہماری اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ خیال کہ صرف ابتدائے آفرینش میں ہی الہامی کتاب انسانوں کو دی گئی ہے بعد میں کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ یہ خیال جیسا کہ ثابت شدہ واقعات کے برخلاف ہے ایسا ہی عقل کے بھی برخلاف ہے۔ کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کے جسمانی قانون قدرت کو بھی دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ نوع انسان ہمیشہ اپنی موجودہ حالت کے موافق ہر ایک زمانہ میں خدا کی تربیت کی محتاج ہے کیونکہ اگر موجودہ حالت میں کوئی ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے کہ جو پہلے زمانہ میں نہیں تھی تو کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی تربیت اس تبدیلی کے موافق ہونی چاہئے۔ مثلاً تم غور کر لو کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس وقت سے اُس زمانہ تک کہ وہ جوان ہوتا ہے کس قدر تبدیلیاں اُس کی خوراک اور پوشاک میں ظہور میں آتی ہیں اور پھر جب انسانی بدن صحت سے منحرف ہو کر طرح طرح کے امراض میں گرفتار ہو جاتا ہے تو کس قدر نئی اور خاص تدبیریں عمل میں لانا مقتضائے ہمدردی ہوتا ہے یہی حال انسان کی رُوحانی حالت کا ہے اور جیسا کہ انسان اُس روٹی۔ ۔جی نہیں سکتا کہ کسی وقت اُس نے پہلے زمانہ میں کھائی تھی بلکہ ہمیشہ اُس کو بھوک کے وقت ایک تازہ روٹی کی ضرورت ہے ایسا ہی انسان کو ضرورت کے زمانہ میں تازہ وحی اور الہام کی ضرورت ہے تا اُس کے ذریعہ سے تکمیل معرفت ہو۔ خدا کا نام ملہم اور منزل الوحی بھی ہے اور خدا کی صفات کی نسبت تعطّل اور بیکاری جائز نہیں بلکہ جیسا کہ جسمانی تربیت کے لحاظ سے خدا ہمیشہ رزّاق ہے ایسا ہی اُس کا روحانی رزق بھی روحانی تربیت کے لئے کبھی منقطع نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ جیسا کہ ہمارے پہلے بزرگوں کی خوراک کے لئے زمین سے اناج پیدا ہوتا تھا۔ آسمان سے بارش ہوتی تھی۔ اب ہمارے زمانہ میں اُس قانونِ قدرت میں فرق نہیں آیا بلکہ ہمارے لئے بھی زمین اناج پیدا کرنے کیلئے موجود ہے بشرطیکہ ہم خود سعی اور کوشش میں کاہل نہ ہو جائیں۔ اور پانی بھی اپنے وقتوں پر ضرور برستا ہے اور یہ الگ امر ہے کہ ہم خود اُس پانی سے فائدہ نہ اُٹھاویں۔ پھر جبکہ خدا تعالیٰ کا جسمانی قانون قدرت ہمارے لئے اب بھی وہی موجود ہے جو پہلے تھا۔ تو پھر روحانی قانون قدرت اس زمانہ میں کیوں بدل گیا؟ نہیں ہرگز نہیں بدلا پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وحی الٰہی پر آئندہ کیلئے مُہر لگ گئی ہے وہ سخت غلطی پر ہیں ہاں خدا کے احکام جو امر اور نہی کے متعلق ہیں وہ عبث طور پر نازل نہیں ہوتے بلکہ ضرورت کے وقت خدا کی نئی شریعت نازل ہوتی ہے یعنی ایسے زمانہ میں نئی شریعت نازل ہوتی ہے جبکہ نوع انسان پہلے زمانہ کی نسبت بد عقیدگی اور بد عملی میں بہت ترقی کر جائے اور پہلی کتاب میں اُن کیلئے کافی ہدایتیں نہ ہوں لیکن یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنے کا حق ادا کر دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:- الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الا سلام دینا۔ یعنی آج میں

(باقی صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

جلسہ سالانہ قادیان کی تاریخوں میں تبدیلی

امسال رمضان المبارک کی وجہ سے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۷ کیلئے ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰ دسمبر کی تاریخوں کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ جلسہ میں شریک ہونے والے احباب اس کے مطابق تیاری کریں۔

(ناظر اعلیٰ قادیان)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان : :

لا اله الا الله محمد رسول الله

ہفت روزہ بدر قادیان　اداریہ　7 اگست 1997

آزادیٔ ھند اور جماعتِ احمدیہ

(۲)

ہم گزشتہ اشاعت میں عرض کر چکے ہیں کہ سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ چاہتے تھے کہ ھندوستان کو سچی اور باوقار آزادی نصیب ہو جائے کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ جو قومیں زیادہ دنوں تک غلامی کی زنجیروں کو قبول کر لیں ان میں ظلم اور سفلہ پن پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ آپ یہودیوں کی غلامی کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"چونکہ بباعث اس کے کہ وہ چار سو برس تک غلامی میں رہ چکے تھے ان میں ظلم اور سفلہ پن کی خصلتیں بہت پیدا ہو گئی تھیں"۔ (پیغام صلح صفحہ ۳۲)

پس آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح بھی ھندوستان جلد سے جلد آزادی سے ہمکنار ہو لیکن آپ گہری نظر سے دیکھتے تھے اور عمیق فکر سے جانتے تھے کہ جب تک ھندو اور مسلمان آپس میں پھٹے رہیں گے، ان دونوں قوموں کے درمیان دشمنیاں اور عداوتیں پنپتی رہیں گی یہ ہرگز سچی اور باوقار آزادی حاصل نہیں کر سکیں گے اور اگر کریں گے بھی تو صرف ایسی آزادی حاصل کریں گے جس کے بعد نہ ختم ہونے والا ظلم و ستم اور جہالت و عداوت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ ھندوؤں اور مسلمانوں نے جب پھٹ کر اور متفرق ہو کر آزادی حاصل کی اور مادر وطن کے ٹکڑے کر لئے تو آج پچاس سال گزرنے پر بھی مادر وطن کے کسی ٹکڑے کو بھی چین و سکون حاصل نہیں ہے۔

آج سے ایک سو گیارہ سال قبل آپ نے ھندوؤں اور مسلمانوں کو متفق و متحد ہونے کی جو تجویز پیش فرمائی تھی کاش اس کو گوشِ ہوش سے سنا جاتا اس پر دل کی گہرائی سے اور صفائی نیت کے ساتھ عمل کیا جاتا۔ اگر کہیں ایسا ہوتا تو متحدہ ھندوستان آج تمام دنیا کے لئے امن و سکون اتحاد و اتفاق اور ترقی و عروج کی ایک عظیم مثال بن جاتا۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اس وقت ہر دو قوموں کے سامنے صلح کیلئے ایک معاہدہ کی تجویز بھی پیش فرمائی تھی کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے بزرگوں اور مقدس کتابوں کا احترام کریں اور اگر کوئی قوم اس معاہدہ کو توڑے تو وہ دوسری قوم کے واجب الاطاعت لیڈر کو ایک بڑی رقم تاوان کی ادا کرے چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"اگر اس قسم کی صلح تام کیلئے ھندو صاحبان اور آریہ صاحبان تیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین و تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہیں ہو گی ھندو صاحبان کی خدمت میں ادا کریں گے اور اگر ھندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کریں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم سے یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہ ہو گی احمدی سلسلہ کے پیش رَو کی خدمت میں پیش کریں گے۔

یاد رہے کہ ہماری احمدیہ جماعت اب چار لاکھ سے کم نہیں ہے (یہ ۱۹۰۸ء کی بات ہے اب تو اللہ کے فضل سے ہر سال لاکھوں افراد اس سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں چنانچہ صرف گزشتہ سال سولہ لاکھ افراد کو قبولِ احمدیت کی توفیق ملی ہے۔ ناقل) اس لئے ایسے بڑے کام کیلئے تین لاکھ روپیہ چندہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اور جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں دراصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں ہیں جو اُن کے نزدیک واجب الاطاعت ہے اس لئے میں اُن کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا ابھی تو وہ لوگ مجھے بھی کافر اور دجال قرار دیتے ہیں لیکن میں اُمید رکھتا ہوں کہ جب ھندو صاحبان میرے ساتھ ایسا معاہدہ کر لیں گے تو یہ لوگ بھی ہرگز ایسی بیجا حرکت کے مرتکب نہیں ہوں گے کہ ایسی مہذب قوم کی کتاب اور رشیوں کو بُرے الفاظ سے یاد کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلائیں ایسی گالیاں تو درحقیقت انہی لوگوں کی طرف سے منسوب کی جائیں گی جو اس حرکت کے مرتکب ہوں گے اور چونکہ ایسی حرکت حیا اور شرافت کے خلاف ہے اس لئے میں امید نہیں رکھتا کہ اس معاہدہ کے بعد وہ لوگ اپنی زبان کھولیں لیکن یہ ضروری ہوگا کہ معاہدہ کی تحریر کو پختہ کرنے کیلئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھ دار لوگوں کے اس پر دستخط ہوں"۔

آپ نے مزید فرمایا :-

"پیارو!! صلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ ایک ہو جائیں اور ایک قوم بن جائیں آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچا ہے آؤ اب یہ بھی آزما لو کہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں"۔ (پیغام صلح صفحہ ۱۷۔۱۸)

پس حقیقت یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ایسی آزادی کے حامی تھے جو تمام ملک کو متفق و متحد ہو کر ملے، ایسی آزادی کے حامی تھے جس سے اتفاق و اتحاد کی برکتیں تمام ملک میں پھیلیں آپ چاہتے تھے کہ آپسی مذہبی عداوت کے نتیجہ میں ہر دو قوموں میں جو سیاسی و مذہبی اختلاف ہے وہ کسی طرح دُور ہو اور اس کیلئے آپ نے مذکورہ بالا حسین اور قابل عمل تجویز ہر دو مذاہب کے لیڈروں کے سامنے رکھی لیکن افسوس کہ آپ کی اس تجویز پر عمل نہ کیا گیا اگر آپ کی اس تجویز پر اُس وقت عمل ہو جاتا تو حصول آزادی کے بعد ہمارے ملک کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء بھی ھندوؤں اور مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد اور قومی یکجہتی کی اس حقیقی آزادی کی طرف نہایت درد بھرے دل سے بلاتے رہے اور اس کے لئے وقتاً فوقتاً کوششیں فرماتے رہے چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلیفہ سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۱۹۲۷ء میں گورنمنٹ کے سامنے مذہبی پیشواؤں کی عزت و تکریم کیلئے ایک خاص قانون پاس کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ ایک آریہ سماجی مسمّی راج پال نے کروڑوں مسلمانوں کے قابلِ احترام نبی معصوم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگاتے ہوئے ایک کتاب بعنوان "رنگیلا رسول" لکھی اس شخص پر مقدمہ چلایا گیا لیکن بالآخر مئی ۱۹۲۷ء میں پنجاب ہائی کورٹ نے اسے ایک اصطلاحی بنیاد پر خارج کر کے مصنف کو بری کر دیا جس سے پنجاب میں سخت فتنہ و فساد برپا ہوا۔ اپریل ۱۹۲۹ء کو ایک مسلمان نوجوان علم الدین نے جوش میں آکر دن دہاڑے راج پال کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اس واقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حکومت کو توجہ دلائی کہ :-

☆- مذہبی پیشواؤں کی عزت و تکریم کا مؤثر قانون پاس کیا جانا چاہئے۔ ورنہ ملک کی فضا سخت مسموم ہو جائے گی اور ہندو مسلمان جو آزادی ھند کے لئے کام کر رہے ہیں اس میں سخت رخنہ پیدا ہو گا۔

☆- دوسرے آپ نے رنگیلا رسول کے مصنف راج پال کے قتل کو بھی قابل ملامت اور اسلامی تعلیم کے خلاف قرار دیا آپ نے بتلایا کہ اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر آدمی خود ہی اُٹھ کر قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا پھرے۔

انہی دنوں جبکہ کتاب "رنگیلا رسول" کا معاملہ گرم ہی تھا کہ امرتسر کے ایک ہندو رسالہ "ورتمان" نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک نہایت دلآزار مضمون شائع کر دیا جس سے فضا مزید خراب ہو گئی۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کا مدلل و مؤثر جواب تحریر فرمایا اور حکومت کو ناموس پیشوایان مذاہب کا بل پاس کرنے پر مجبور فرمایا چنانچہ حکومت مجبور ہوئی کہ تعزیرات ھند میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کرے جس کی وجہ سے مذہبی پیشواؤں کی عزت و حفاظت کا قانون پہلے سے زیادہ معین صورت اختیار کر گیا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی اس عظیم کوشش پر جس کے ذریعہ آپ نے پیشوایان مذاہب کے احترام کا قانون پاس کروایا اس وقت کے مشہور قومی اخبارات نے آپ کے اس عمل کی بے حد تعریف کی چنانچہ اس سلسلہ میں اخبار انقلاب لاہور ۳/ اگست ۱۹۲۷ء اور اخبار مشرق یکم ستمبر ۱۹۲۷ء کے بیانات قابل مطالعہ ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس طرح ناموس پیشوایان مذاہب کے حق میں ایک ملک گیر تحریک چلا کر حکومت کو اپنے آئین کے باب ۱۵ اور دفعہ ۱۵۳ الف میں ترمیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ (الفضل ۳۰/ اگست ۱۹۲۷ء) اور اس طرح سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ارشاد پورا ہوا جو ۱۸۹۷ء میں آپ نے حکومت ھند کی خدمت میں ناموس پیشوایان مذاہب کے لئے پیش فرمایا تھا اور جو اس وقت منظور نہیں ہو سکا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جہاں پیشوایان مذاہب کی عزت و تکریم کیلئے حکومتی قانون منظور فرمایا وہیں آپ نے امن و اتحاد کے قیام کیلئے جماعت احمدیہ کو ۱۹۲۸ء میں یہ نصیحت فرمائی کہ ہر سال پیشوایان مذاہب کی عزت و تکریم کے قیام کیلئے مشترکہ جلسے منعقد کیا کریں جن میں ہندو اور دیگر غیر مسلم بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تقاریر کریں اور مسلمان دیگر مذاہب کے بزرگوں کی شان میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء سے برابر ہر سال جماعت احمدیہ نہ صرف ملک کے طول و عرض میں بلکہ تمام دنیا میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب کا انعقاد کرتی ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی یہ تمام تر کوششیں محض اور محض اس لئے تھیں کہ کسی طرح ھندوستان کی تمام قومیں متحد و متفق ہو جائیں اور ایک پلیٹ فارم پر یکجا ہو کر اپنی آئندہ آزادی اور ترقی کے لئے کام کریں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ایسی آزادی جو ھندوستان کی مختلف اقوام بالخصوص دو بڑی اقوام ھندو اور مسلمان میں نااتفاقی، بدامنی اور بے چینی کے نتیجہ میں حاصل ہو ہرگز مکمل آزادی اور باوقار آزادی قرار نہیں دی جا سکتی۔

اس کیلئے آپ نے جہاں مسلمانوں کو ھندو بھائیوں سے اتفاق و اتحاد اور پیار و محبت کی تلقین کی وہیں شملہ کی اتحاد کانفرنس میں ھندو بھائیوں کے سامنے بھی درج ذیل تجاویز رکھیں۔

۱- ھندو مسلمانوں کے بزرگوں بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل احترام کریں۔

۲- چھوت چھات اور ذات برادری کی اونچ نیچ کا خاتمہ کریں۔

۳- ملکی ترقی اور ملکی معاملات میں ھندو اور مسلمان باہم مساوات و رواداری کے اصول پر چلیں۔

۴- ہر قوم کو مکمل آزادی ہونی چاہئے کہ وہ اپنے افراد کی اقتصادی اصلاح کر سکے۔

۵- ہر جماعت کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرنے اور دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے۔

۶- کسی قوم کے مذہبی اور سوشل عقائد سے تعرض نہ کیا جائے۔

۷- انڈین نیشنل کانگریس صحیح معنوں میں قومی جماعت ہونی چاہئے اور ہر خیال اور عقیدہ کے لوگوں کو اس کا ممبر ہونے کی اجازت ہو اور حلف وفاداری صرف انہی الفاظ میں لیا جانا چاہئے کہ

(باقی صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

نفس مطمئنہ ہی ہے جو بالآخر فتح پائے گا

آج جماعت احمدیہ کو ضرورت ہے کثرت کے ساتھ نفس مطمئنہ پیدا کرنے والوں کی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۶؍ مئی ۱۹۹۷ء بمطابق ۱۶؍ ہجرت ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام بیت الرشید ہمبرگ (جرمنی)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -
الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -
اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-
الذين آمنوا و تطمئن قلوبهم بذكرالله. الا بذكرالله تطمئن القلوب.
الذين آمنوا و عملوا الصٰلحٰت طوبیٰ لهم و حسن مآب. (الرعد: ۲۹، ۳۰)

آج کا یہ خطبہ میں ہمبرگ سے دے رہا ہوں اور یہاں سے براہ راست نشر کیا جارہا ہے یعنی انٹرنیشنل احمدیہ ٹیلی ویژن کے ذریعے تمام دنیا میں یہاں سے براہ راست نشر کیا جارہا ہے۔ چونکہ جس کمپنی سے انہوں نے بات کی تھی اس کی وین میں کچھ خرابی ہو گئی تھی اس لئے بجائے وقت پر شروع ہونے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد میں یہ خطبہ شروع ہو رہا ہے۔

جماعت احمدیہ جرمنی کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ مختلف پہلوؤں سے ترقی کی توفیق عطا فرما رہا ہے اور دن بدن ان کے کام بڑھتے جارہے ہیں اور کام کرنے والے ہاتھ بھی اللہ کے فضل سے بڑھ رہے ہیں یعنی بہت سے ایسے نوجوان یا بڑے چھوٹے جو پہلے باقاعدہ جماعت کے کاموں میں حصہ نہیں لیا کرتے تھے اب ایک غیر معمولی قوت کے ساتھ جماعت کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں اور کام کرنے والوں کی تعداد رات دن بڑھ رہی ہے لیکن ابھی تربیت کی بہت ضرورت ہے اور ابھی انفرادی طور پر ہر شخص کے تقویٰ کے معیار بڑھانے کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ کام کرنے والے بہر حال خلوص سے آتے ہیں، دنیا کی لذتیں چھوڑ کر، دنیا کی دلچسپیوں سے منہ موڑ کر جب وہ دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہیں تو یہی ایک بہت بڑی بات ہے جو ان کے تقویٰ یا نہاں تقویٰ کو ظاہر کرتی ہے۔

تقویٰ بھی نہاں ہوتا ہے اور ظاہر ہوا کرتا ہے۔ **نہاں تقویٰ وہ بیج ہے تقویٰ کا جس کے نتیجے میں انسان دنیا سے منہ موڑتے ہوئے اللہ کے کاموں کی طرف توجہ شروع کرتا ہے۔** لیکن اس کے بڑھنے میں، اس کی نشوونما پانے میں ابھی بہت سی منازل باقی ہیں۔ پس اس پہلو سے میں نے یہ دعا کی اور آپ کو بھی اس دعا میں شامل کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جماعت جرمنی کے تمام کارندوں کو پہلے سے بڑھ کر تقویٰ عطا فرمائے اور ان کا تقویٰ ان کے اعمال میں ظاہر و باہر ہو۔ اور بہت سی ایسی خرابیاں اور کمزوریاں جو انفرادی طور پر جماعتوں میں پائی جاتی ہیں یا اجتماعی طور پر جماعتوں میں پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو دور فرما دے۔ پس ﴿کفر عنا سیاٰتنا﴾ کی دعا ہمیشہ جاری رہنی چاہئے کہ اے ہمارے رب ہماری برائیوں کو ہم سے دور فرماتا چلا جا اور فرماتا رہ۔

کل جو پروگرام ہوئے تھے ان سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ بڑھتے ہوئے کاموں کے نتیجے میں غیروں کا رجحان بڑی تیزی سے جماعت کی طرف ہو رہا ہے اور کام بعض دفعہ اتنے پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے وہ سنبھالے نہیں جارہے۔ مثلاً کل جماعت کی توقع تھی کہ سو ڈیڑھ سو افراد آئیں گے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ ان کا یہ خیال تھا۔ کچھ فرانسیسی بولنے والے، کچھ ترکی بولنے والے، کچھ عربی بولنے والے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو غیر از جماعت اور غیر مسلم کل شامل ہوئے ہیں ان کی تعداد تین سو سے بھی اوپر تھی اور ان میں مختلف زبانوں کے بولنے والے اصرار کر رہے تھے کہ ہمیں بھی موقع دیا جائے، ہمارے سوالات کے بھی جوابات ملنے چاہئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً سوا دو گھنٹے کی مجلس کے باوجود سب ہی پیاسے معلوم ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں کچھ اور موقع ملنا چاہئے۔

پس میں نے سوچا کہ دراصل اب یہاں کے لئے صرف ایک ایسی مجلس کافی نہیں جس میں چار پانچ زبانوں والے شامل ہوں بلکہ یہاں بھی اور جرمنی کے دوسرے حصوں میں بھی **اب زبانوں کے اعتبار سے الگ الگ مجلسیں بنانی پڑیں گی۔** جیسا کہ ہم نے پہلے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ بوزنین بولنے والوں کی الگ مجلس لگا کرے اور البانین بولنے والوں کی الگ مجلس لگا کرے۔ تو کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیلتے جارہے ہیں اور ان کاموں کے ساتھ ساتھ مرکزی ذمہ داریاں بھی بڑھتی جارہی ہیں اور یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ کیا میں ان سب ذمہ داریوں کو ادا کر سکتا ہوں یا نہیں مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو احمدیہ انٹرنیشنل مسلم ٹیلی ویژن عطا فرمایا ہے اس کے ذریعہ بہت سے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ کل ہی میں نے یہاں کے ایسے احباب کو جو مدعو تھے مگر سوال نہ کر سکے ان سے درخواست کی اور اکثر کے چہروں پر اس کے نتیجے میں چمک دیکھی کہ آپ اپنے تمام سوالات لکھ کر ایم ٹی اے، مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کو لندن بھجوا دیں اور ہم انشاء اللہ سب کے جوابات آپ کو دیں گے اور آپ ہی کی زبانوں میں ان کے جوابات کو نشر کیا جائے گا۔ لیکن علاوہ ازیں مقامی طور پر ہمیں بہت سے جواب دینے والوں کو ضرورت ہے اور یہ ممکن نہیں رہا ہمیشہ جرمنی میں جہاں میں جاؤں وہیں الگ الگ مجلسیں لگیں۔ **آپ میں سے کثرت سے ایسے آدمی اب تیار ہونے چاہئیں جو خود مجالس سوال و جواب لگائیں اور پورے اطمینان کے ساتھ، دعا کرتے ہوئے مختلف سوالات کے جواب دینا سیکھیں۔** "سیکھیں" اس لئے میں نے کہا کہ جواب دینے کے دوران ہی ان کی طالب علمی کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور بظاہر وہ استاد بن کر جواب دے رہے ہوتے ہیں مگر ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ان کو سکھاتا چلا جاتا ہے اور یہ ایک میرا وسیع تجربہ ہے جس میں میں آپ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں۔

یہ خیال دل سے نکال دیں کہ بہت بڑے علم کی تیاری کے بعد آپ کو غیروں کے سوالات کا اطمینان بخش جواب دینے کی توفیق مل سکتی ہے۔ بسا اوقات انسان ایک سوال سے بالکل ناواقف اور اس بات سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے کو کیسے مطمئن کیا جائے اور اچانک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دل میں ڈالتا ہے اور جو خدا دل میں ڈالتا ہے وہی بات درست نکلتی ہے۔ پس یہ سلوک کسی ایک شخص سے نہیں ہے ساری جماعت سے ہے اور جماعت احمدیہ کے وقار کی خاطر اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی رحمت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ چنانچہ بہت سے احمدی جو کم علم رکھنے کے باوجود وقت کی مجبوری کے پیش نظر مختلف دلچسپی رکھنے والوں کے سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں بسا اوقات مجھے لکھتے ہیں کہ اس طرح ہم تو بغیر تیاری کے تھے، کوئی علم نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں وہ بات سکھا دی جس کے نتیجے میں پوچھنے والوں کے دل مطمئن ہوئے۔

پس جماعت جرمنی کے بڑھتے ہوئے کام پر گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے ہی یہ کام سنبھالنے ہیں وہی ہمیشہ سنبھالتا چلا آیا ہے اور اس فکر کی ضرورت نہیں کہ اب ہم کیا کریں گے۔ کچھ آپ میں کام کرنے والے پہلے سے بڑھ کر آگے آئیں گے، جو آگے آچکے ہیں اللہ ان کی تربیت فرمائے گا اور ان کو پہلے سے بہتر ان بڑھتے ہوئے کاموں کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے گا۔ **لیکن یہ کام تو اب پھیلنے ہی پھیلنے ہیں اور انہیں بڑھنا ہے۔ اس خوف سے کہ ہم ان کو سنبھال سکیں گے کہ نہیں آپ نے اپنے قدم نہیں روکنے اور**

یہی میری نصیحت دنیا بھر کی جماعتوں کو ہے جو اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہیں کہ بعض دفعہ وہ منتظمین جو مختلف جماعتوں میں کاموں کے سر براہ ہیں حیران رہ جاتے ہیں کہ اب ہم کیا کریں گے اور آئندہ ہمارا کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے۔ کیا اپنے کام روک لیں تا کہ جو لوگ ہاتھ آئے ہیں ان کو سنبھال سکیں یا اسی رفتار سے آگے بڑھتے رہیں۔

یہ سوال ہے جو مختلف امراء اور مربیوں کے ذہنوں میں ابھر رہا ہے لیکن میں نے ان کو جو ترکیب بتائی، جو بات سمجھائی وہ جہاں فی الحقیقت پوری طرح عمل میں آئی ہے وہاں ان کے سارے مسئلے خدا تعالیٰ کے فضل سے حل ہوئے بلکہ بہت سی نئی باتیں ان کو ایسی سمجھ آئیں جن کی طرف پہلے خیال نہیں گیا تھا۔ میں نے جماعتوں کو مثلاً افریقہ کی جماعتوں کو جہاں بہت تیزی سے جماعت پھیل رہی ہے، کئی ممالک ایسے ہیں جہاں اس وقت تین لاکھ کے لگ بھگ احمدی ہو چکے ہیں اور آئندہ ان کی توقع ہے کہ کم و بیش دو لاکھ بقیہ وقت میں اور مل سکتے ہیں۔ تو جہاں پانچ پانچ لاکھ کی تربیت کی ذمہ داری ڈالی جا رہی ہو وہاں آپ تصور کر سکتے ہیں کہ منتظمین کا کیا حال ہوگا جنہوں نے ان کو سنبھالنا ہے اور پھر آگے اور بھی قدم بڑھانا ہے۔

اور حسن اتفاق یہ ہے کہ یہ سال مباہلے کا سال ہے اور اس مباہلے کے سال میں دشمن نے یہ چیلنج دیا تھا اور بڑی بڑی مساجد میں دعائیں کروائی گئیں، جرمنی میں بھی دعائیں کرائی گئیں کہ اے خدا یہ سال احمدیت کی ہلاکت کا سال ثابت ہو، سارے مشن بند ہو جائیں، جو ترقی ہو رہی ہے وہ ساری قدم روک لے اور تو ایسا کر کہ ان کے قدم واپس ہونے شروع ہو جائیں اور ہر جگہ سے احمدیت کی صف لپیٹی جائے۔ یہ دعائیں ہیں جو ایک جمعے کا دن منا کر انگلستان کے اکثر علماء نے مل کر اپنی مساجد میں مانگیں اور جرمنی کی مساجد میں خصوصیت کے ساتھ یہ دعائیں منگوائی گئیں۔ غالباً جرمنی اس لئے کہ اب انگلستان کے بعد سب سے زیادہ خطرہ جرمنی سے ہے اور ان کو ڈر ہے کہ یہاں کی جماعت اس تیزی سے پھیل رہی ہے کہ کچھ عرصے کے بعد ان کی کچھ پیش نہیں جائے گی۔

بہر حال یہ دعائیں وہ مانگ چکے ہیں اور مانگ رہے ہیں لیکن اسکے برعکس اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کچھ دعاؤں کی توفیق بخش رہا ہے اور ان کی قبولیت کے وعدے فرما رہا ہے اور قبولیت کے نشان دکھا رہا ہے۔ پس وہ تعداد جو گزشتہ سال سولہ لاکھ کے قریب تھی سارے سال میں اور اکثر حصہ اس کا سال کے آخر پر ہوا کرتا ہے آخری چند مہینے میں، یہ آج تک تقریباً اتنی ہی تعداد کو پہنچ چکی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آئندہ جو امیدیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ گزشتہ سولہ لاکھ کو اس دفعہ دگنا کر دے۔ تو سوال یہ اٹھتا رہا ہے کہ ہم ان کو کیسے سنبھالیں گے جو جواب میں نے ان کو سکھایا اور آپ کو بھی سکھایا کئی دفعہ جماعت جرمنی کو ہدایت کی، اب پھر میں اس کو دہرا رہا ہوں۔ دنیا میں جماعتوں کو اس کی ضرورت ہے وہ ہے کہ میں نے ان جماعتوں کو ہدایت کی کہ اب آپ نے تربیت کے لئے الگ انتظار نہیں کرنا۔

دو قسم کی ٹیمیں بنائیں ایک تبلیغی ٹیم جو تیزی کے ساتھ آگے بڑھنا شروع ہو اور دوسری تربیت کی ٹیم، جو جو لوگ احمدیت میں داخل ہوں ان کو سنبھالنے پر مقرر ہوں۔ اور ان کو کام اس طرح کرنا ہوگا کہ فوری طور پر ان علاقوں میں جہاں جماعت پھیلی ہے اچھی نیک فطرت روحوں کی تلاش کریں اور وہاں تربیتی کلاسز لگائیں اور ان کی تربیت کی کلاسوں میں احمدیت کے بنیادی عقائد بھی داخل ہوں اور آئندہ تبلیغ کیسے کرنی ہے یہ بھی تربیتی کلاس کا حصہ ہو اور نیک دل، نیک فطرت لوگ جو آگے بڑھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا ہمت رکھتے ہیں ان کو شامل کریں اور ان میں ائمہ مساجد کو بھی داخل کریں، ان میں نوجوانوں کو جن میں جذبہ ہے ان کو شامل کریں۔ اور ان کی کلاس کا امتحان یہ ہوگا کہ جب وہ کلاس ختم ہو تو اپنے علاقے میں مزید تبلیغ کے لئے پھیل جائیں اور پہلے تو جو احمدی ہوئے ہیں ان کو خود اپنی زبان میں تبلیغ کریں اور سمجھائیں کہ احمدیت کیا ہے۔

یہ اس لئے ضروری ہے کہ عمومی احمدیت کی سچائی کس طرح جلوہ دکھانے لگی ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ ایسے بھی ہیں جن کو تفصیل سے علم نہیں یہاں تک کہ اس نئے تربیتی نظام کے تابع مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ بہت سے آئمہ مساجد جو احمدی ہوئے تھے احمدی ہونے کے باوجود ان کو احمدیت کا پورا پتہ نہیں تھا۔ ایک عام جذبہ سا ہے جو پھیل رہا ہے جیسے دن چڑھ جائے تو مختلف کونوں کھتروں میں، مختلف جگہوں میں جہاں سائے پڑے ہیں وہاں بھی روشنی اثر دکھانے لگتی ہے تو ان علاقوں میں احمدیت کا سورج تیزی سے طلوع کر رہا ہے کہ اب دیوار کے پیچھے اندھیرے بھی اندھیرے نہیں رہے وہاں بھی روشنی کچھ نہ کچھ نفوذ کر گئی ہے۔ پس اس وجہ سے پوری طرح احمدی عقائد، احمدی طرز عمل کا علم نہ ہونے کے باوجود یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدیت میں داخل ہونے کا ایک رجحان رکھتے ہیں۔

تربیتی کلاس جو میں نے بیان کی یا تربیتی کلاسیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں ان کو بتایا جاتا ہے کہ احمدیت کی حقیقت کیا ہے۔ غیروں سے کیا نمایاں فرق ہے۔ عمل میں کیا فرق پڑنا چاہئے۔ روزمرہ کی عبادت میں جو بعینہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق ہے کیسے جان ڈالی جائے، کیسے اس میں روح پیدا کی جائے، کس طرح آپ میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ سے ایک ذاتی تعلق قائم کرے اور دعاؤں کے ذریعہ اس تعلق کو بڑھائے اور محسوس کرے کہ وہ زندہ ہو گیا ہے۔ یہ امور جب تربیتی کلاس کے ذریعہ ہم نے ان علاقوں میں نئے آنے والے احمدیوں کو بتانے شروع کئے، ان کو سمجھانے شروع کئے تو حیرت انگیز انقلاب پیدا ہوا ہے۔ بہت سے ائمہ کلاس کے بعد بڑے جوش سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا ہمیں تو اب پتہ لگا ہے کہ ہم نے کیا حاصل کیا ہے اور اب ہمارا وعدہ ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ اپنی قوم میں جا کر گھر گھر دروازے کھٹکھٹائیں گے اور ان کو بتائیں گے کہ احمدیت کتنی بڑی نعمت ہے۔ اور اب جو تیزی آئی ہے تبلیغ میں یہ ان کی وجہ سے بھی آئی ہے۔ صرف پرانے مبلغین نہیں ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ نئے آنے والوں کی جب تربیت ہوتی ہے تو ان میں ایک نیا جوش پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنے اپنے علاقے میں اپنی اپنی قوموں کو احمدیت کا پیغام بڑی تیزی سے پہنچاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ سلسلے اب تیز سے تیز تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ وہ امور ہیں جن کی جماعت جرمنی کو بھی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت سی جگہ جماعت جرمنی ایسا کر بھی رہی ہے۔ کئی ایسے گروہ ہیں جو زبانوں یا قومی لحاظ سے جرمنی میں ایک تشکل اختیار کر چکے ہیں۔ بہت سے ان میں سے اکٹھے بھی ہیں۔ ان میں تبلیغ کے نتیجے میں جتنے بھی احمدی ہوتے ہیں لازم ہے کہ ان کی فوری روحانی تربیت بھی ساتھ ساتھ کی جائے۔ ان میں سے ہر ایک کو محسوس ہو کہ وہ پہلے مردہ تھا اب زندہ ہو چکا ہے۔ ہر ایک یہ محسوس کرے کہ اس کا خدا سے ایک زندہ تعلق قائم ہو گیا ہے۔ یہ چیزیں ہیں جو حقیقت میں انسان کو نفس مطمئنہ عطا کرتی ہیں۔ کل کی جو یہاں سوال و جواب کی مجلس ہوئی تھی اس کے بعد ایک اردو میں سوال و جواب کی مجلس ہوئی وہاں جو سوالات اٹھائے گئے ان میں سے ایک نفس مطمئنہ کے متعلق بھی تھا۔ چنانچہ میں نے آج ایک ایسی آیت کا انتخاب کیا جو اطمینان قلب کے مضمون پر روشنی ڈالتی ہے اور اس مضمون کا جو میں مضمون بیان کر رہا ہوں اس سے ایک گہرا تعلق ہے۔

نفس مطمئنہ ہی ہے جو بالآخر فتح پائے گا، نفس مطمئنہ ہی ہے جس کے نتیجے میں دنیا میں احمدیت کے اوپر یقین گہرا اور کامل ہوتا چلا جائے گا اور ایسے لوگ پیدا ہونگے جن پر کبھی کوئی تزلزل نہیں آ سکتا۔ ان کے واپس ہٹنے یا پیچھے جانے کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ نفس مطمئنہ جسے نصیب ہو جائے اسے سب کچھ نصیب ہو گیا۔ پس کل کی مجلس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ اسے نفس مطمئنہ عطا ہو چکا ہے مگر بعض دفعہ کچھ دیر کے بعد لگتا ہے کہ نہیں، تو وہ کیا پہچان ہے کہ ہم یقین کر سکیں کہ ہمیں نفس مطمئنہ مل گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور سوال تھے مثلاً جو آج کل وظائف وغیرہ جاری ہیں، ٹونے ٹوٹکوں کے ذریعے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیاوی اور دینی مقاصد حاصل کر لیں گے ان کے متعلق بھی بعض عورتوں کی طرف سے سوالات تھے۔ تو اب میں سمجھتا ہوں یعنی اس وقت میں نے کل ہی سوچا تھا کہ آج کے جمعہ میں میں ان دونوں امور کی طرف توجہ دلاؤں گا تا کہ جماعت جرمنی میں جو سوالات اٹھائے گئے ہیں وہ آج آپ کی وساطت سے باقی دنیا کے سامنے بھی رکھے جائیں اور جہاں تک مجھ میں توفیق ہے میں ان کا جواب آپ کو دے سکوں۔

سب سے پہلے نفس مطمئنہ کی بات ہے قرآن کریم کی وہ آیت جو میں نے منتخب کی ہے وہ فرماتی ہے ﴿الذین آمنوا و تطمئن قلوبهم بذکر الله الا بذکر الله تطمئن القلوب﴾۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک طرف یہ فرمایا گیا

﴿الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ﴾ اور پھر یہ فرمایا گیا کہ ذکر اللہ سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔ تو یہ دو باتیں ہیں تو جو لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان پانا چاہئے، یہ مضمون ہے جسے اطمینان قلب کی حقیقت سمجھنے کے لئے سمجھنا ضروری ہے۔

ہر انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں مگر کتنے ہیں جو اللہ کے ذکر سے واقعۃً دلوں کا اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ پس اس آیت میں جو دو بظاہر الگ الگ باتیں کی گئی ہیں وہ ہیں ہی الگ الگ۔ مراد یہ ہے کہ اگرچہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان پانا چاہئے مگر کم ہیں جو اللہ کے ذکر سے دلوں کا اطمینان پالیتے ہیں۔ پس وہ جو اللہ کے ذکر سے دلوں کا اطمینان پالیتے ہیں وہی ہیں جنہیں نفس مطمئنہ عطا ہوتا ہے۔ اب یہ جو مسئلہ ہے اسے عام زبان میں جسے سب لوگ سمجھ سکیں کچھ کھول کر بیان کرنا ضروری ہے۔ ہر شخص کو دل کا اطمینان نصیب ہونے کا ایک تجربہ ضرور ہے، ہر شخص کا دل کسی نہ کسی چیز سے اطمینان پاتا ہے۔ اب آپ نے کوئی مقصد اپنی زندگی کا بنا رکھا ہے، کسی کو دولت چاہئے، کسی کو اچھا مکان چاہئے، کسی کو اچھی سواری چاہئے، کسی کو اچھا گھر چاہئے یا گھر سے باہر کی لذتیں درکار ہیں۔ یہ ساری خواہشات ہیں جن کے پورا ہونے سے دل اطمینان پاتا ہے اور بظاہر یہ بات درست نہیں لگتی کہ ﴿ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ خبردار صرف اللہ کا ذکر ہے جس سے دل اطمینان پاتا ہے۔ انسان اپنے روزمرہ کی سوچ میں اور روزمرہ کے تجربے میں یہ بات دیکھ رہا ہے کہ جو چیز اسے چاہئے، جو چیز وہ چاہتا ہے، جس کی اس کو طلب ہے جب مل جاتی ہے تو اسے اس میں اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کیا مطلب رکھتا ہے کہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے دل کو طمانیت نصیب نہیں ہو سکتی۔ ایک یہ پہلو ہے جس کو آپ خوب اچھی طرح غور کر کے سمجھ لیں۔ دنیا میں جتنی بھی خواہشات آپ رکھتے ہیں، ہر قسم کی خواہشات، اس میں نیکی بدی ہر چیز کی خواہش ہے اس کے پورا ہونے پر آپ کا دل مطمئن ہوتا ہے۔ یہ آپ کا تجربہ ہے لیکن اس کے ساتھ ایک اور تجربہ بھی ہے کہ کچھ دیر دل اس پر مطمئن رہتا ہے پھر مطمئن نہیں رہتا پھر مزید کی ہوس دل کو بے چین کر دیتی ہے۔ جو لوگ تاجر ہیں ان کو اگر اپنی تجارت کی زندگی کے آغاز کے ساتھ موجودہ کامیابیوں کا مقابلہ کرنے کی توفیق ملے تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہونگے کہ وہ جب شروع شروع میں بیچارے تجارتیں کرتے پھرتے تھے یہاں سے کچھ کپڑا خریدا وہاں جاکے بیچا تو اس وقت تمنائیں بھی چھوٹی تھیں۔ ان کا دل چاہتا تھا کسی طرح اتنا منافع ہونا شروع ہو جائے کہ میں اپنے بال بچوں کو اچھی زندگی دے سکوں اور جب وہ نصیب ہوا تو تجارت کے اور رستے ان کے سامنے کھل گئے اور بال بچوں کو اچھی زندگی دینا مقصود نہ رہا بلکہ اس پر دل کو پورا اطمینان باقی نہ رہا۔ اب خواہش یہ ہے کہ اس تجارت کو بڑھا کر بعض چیزوں کے کارخانے کیوں نہ لگالوں اور جنہوں نے کارخانے لگائے ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان کارخانوں کو انٹرنیشنل تجارت یعنی تمام دنیا میں تجارتوں کے ذریعے اتنا فروغ دوں کہ میں اپنی اس پروڈکشن میں، جو کاروبار میں کر رہا ہوں اس میں اور زیادہ چمکوں۔ اور جو اور زیادہ چمکتے ہیں پھر اور زیادہ بڑے ہاتھ ڈالنے لگتے ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تمہیں سچا اطمینان اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک لاکھوں مارک تم بینک سے قرضہ لے کر اپنی تجارت کو اور زیادہ بڑھا نہ لو۔ چنانچہ وہ نفس مطمئنہ کی تلاش میں کہ شاید وہاں جاکر میرے دل کو اطمینان نصیب ہو لاکھوں مارک قرضہ اٹھالیتا ہے اور پھر ایسا دھکہ لگتا ہے تجارت کو کہ سب کچھ ہاتھ سے نکل جاتا ہے لیکن جس کے ہاتھ سے سب کچھ نکلے وہ جانتا ہے کہ دنیا کا اطمینان، اطمینان کی آخری منزل نہیں۔

جو دنیا کی طلب ہے اس میں اطمینان کو کبھی بھی آخری منزل نصیب نہیں ہوا کرتی اور انسان اس پر ٹھہر نہیں جایا کرتا بلکہ اطمینان کی نئی نئی راہیں اس کو دکھائی دینے لگتی ہیں کہ ان راہوں پر چلوں گا تو مجھے اطمینان نصیب ہوگا اور ساری زندگی اطمینان کی تلاش میں گزر جاتی ہے۔ ہر منزل کو اطمینان سمجھتا ہے مگر ہر منزل پر پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ اطمینان کی منزل اس سے آگے تھی۔ پس یہ جو خیال ہے عامۃ الناس کا کہ ہم تو روزمرہ کی زندگی میں مادہ چیزوں کے حصول پر بھی اطمینان قلب حاصل کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ﴿ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ وہ اگر آیت کے اس حصے پر غور کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کا اطمینان کا تصور جھوٹا تھا۔

دنیا کی پیروی سے، دنیا کو حاصل کرنے کے نتیجے میں بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا مگر بہت سے ایسے ہیں جن کو دنیا حاصل بھی نہیں ہوتی۔ وہ بیچارے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں، زور لگاتے ہیں مگر کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بہت سے ایسے ہیں جو کچھ ہاتھ میں تھا وہ بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔ بہتوں کی تجارتیں اس طرح ڈوبتی ہیں کہ اپنے ماں باپ سے کمائی ہوئی جائیدادیں جو ان سے ورثے میں پائی تھیں وہ بھی غرق کر دیتے ہیں تو اطمینان ہے کہاں؟ حاصل میں بھی اطمینان کوئی نہیں اور لاحاصل میں بھی کوئی اطمینان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ غور سے سنو اس بات کو، سمجھو کہ اللہ کے ذکر میں اطمینان ہے اور اسی میں اطمینان ہے۔ مگر اللہ کے ذکر میں اطمینان تب ہو سکتا ہے جب اللہ کا ذکر اچھا لگے۔ اگر اللہ کا ذکر اچھا نہ لگے تو اس میں کیسے اطمینان ممکن ہے۔

پس یہ ایک دوسری منزل ہے جو ایک مشکل منزل ہے جس کو طے کرنا آسان نہیں۔ یعنی اللہ سے کیسے اتنا دل لگایا جائے کہ اس کے ذکر سے اطمینان نصیب ہو اور جب تک یہ نہ ہو انسان کے دل کو اطمینان نہیں مل سکتا۔ فرمایا ﴿الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ﴾ کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے طمانیت پالیتے ہیں۔ ان کے ذکر کے بعد یہ فرمایا ﴿ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾۔ پھر فرماتا ہے ﴿الذین آمنوا و عملوا الصلحات طوبیٰ لھم و حسن ماٰب﴾۔ یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پھر نیکیوں میں آگے بڑھنے لگے ﴿عملوا الصلحات﴾ نیکیاں کرنے لگے ﴿طوبیٰ لھم﴾ ان کے لئے ایک ایسا بلند مقام ہے جس پر رشک کی نظریں پڑتی ہیں۔ طوبیٰ ایسے مقام کو کہتے ہیں جسے لوگ رشک سے دیکھتے ہوں ﴿ وحسن ماٰب﴾ اور بہت ہی خوبصورت لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔

اس ساری آیت کو میں پھر مختصراً آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ اس سوال کا جواب ملے کہ ہمیں پتہ تو لگے کہ اطمینان قلب یا وہ حالت جسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں ہمیں نصیب بھی ہوا ہے کہ نہیں۔ پہلی بات تو اس میں یہ ہے کہ اگر اللہ کے ذکر سے واقعی دل مطمئن ہوتا ہے تو لازماً اس کے نتیجے میں انسان کا دل دنیا سے رفتہ رفتہ ہٹتا چلا جانا چاہئے۔ کیوں، جس چیز میں اطمینان ہو انسان اس کو اور چاہتا ہے۔ پس ہر انسان اپنے دل کو جانچ سکتا ہے، پہچان سکتا ہے کہ مجھے نفس مطمئنہ نصیب ہوا تھا یا وہم تھا کہ نفس مطمئنہ مل گیا ہے۔ نفس مطمئنہ اگر ایک دفعہ نصیب ہو جائے تو پھر کبھی چھوڑ کر نہیں جاتا اور اطمینان میں یہ بات داخل ہے کہ وہ حالت ٹھہر جاتی ہے وہ آنی جانی نہیں رہا کرتی۔ پس اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی باتوں میں اطمینان نہیں ہے کیونکہ ان میں کوئی قرار نہیں۔ کوئی خواہش پوری ہو جائے تب بھی قرار نہیں کیونکہ اس سے اگلی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور کوئی خواہش نہ پوری ہو تو تب بھی قرار نہیں۔

نفس مطمئنہ ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جن کو اللہ کے ذکر پر قرار آجاتا ہے اور اللہ کا ذکر اتنا پیارا لگنے لگتا ہے کہ غیر کے ذکر سے نظریں پھرنے لگتی ہیں اور اللہ کے ذکر پر آکر نظریں ٹھہر جاتی ہیں۔ اور صبح و شام، رات دن، اٹھتے بیٹھتے، خدا تعالیٰ کے ذکر، اس کے احسانات، اس کے حسن و احسان کا تصور انسان کے دل پر چھا جاتا ہے اور یہ چیزیں ایسی پیاری لگتی ہیں کہ پھر دوسری چیزوں کی طرف دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا یا دیکھنے کو دل چاہے بھی تو وہ بھی اللہ کے احسان کے طور پر، اس سے زیادہ ان میں براہ راست دلچسپی نہیں رہتی۔ یہ وہ کیفیت تھی نفس مطمئنہ کی آخری حالت جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپ کے تعلق بھی اپنی بیٹیوں سے، اپنی بہنوں، اپنے عزیزوں، رشتے داروں یعنی بہن جو رشتے میں بہنیں بنتی تھیں ان سب سے۔ تھے مگر اس وجہ سے تھے کہ اللہ میرے ان تعلقات کو پیار سے دیکھ رہا ہے کیونکہ میں خدا کی خاطر بنی نوع انسان کے تعلقات کا حق ادا کر رہا ہوں اس بناء پر آپ کو دنیا کے رشتوں سے منہ موڑنا نہیں پڑا، تعلق توڑنا نہیں پڑا بلکہ دنیا کے رشتے بھی قائم رہے مگر اس لئے قائم رہے کہ اللہ چاہتا تھا کہ وہ قائم رہیں۔ پس آپ کی دنیا بھی آپ کا دین بن گئی اور اطمینان قلب کی اس سے بہتر حالت ہو ہی نہیں سکتی کہ دنیا بھی نصیب ہو اور دین بھی نصیب ہو مگر دنیا دین کے تابع ہو جائے اور صرف اس وقت اچھی لگے جب دین کے تابع ہو، جب دین سے ذرا بھی دنیا نے کنارہ کیا، رخ موڑا ہیں وہ دنیا بری لگنے لگ گئی۔

پس یہ عجیب تعلیم ہے جو قرآن نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ ہر گز قرآن یہ نہیں کہتا کہ ہندو سادھو

M/S NISHA LEATHER
Specialist in Leather Belts,
Ladies & Gents Bag, Jachets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700087 ☎ 2457133

STAR CHAPPALS
☎ 543105
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP, BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

کی طرح دنیا کو تج کر اس سے منہ موڑ کر اپنی ایک الگ دنیا بسالو۔ قرآن یہ فرماتا ہے کہ تمہیں اطمینان قلب اللہ کی یاد میں نصیب ہونا چاہئے اور اللہ کی یاد پھیلتے پھیلتے خدا کی مخلوق پر بھی چھا جاتی ہے۔ جب اللہ یاد آتا ہے تو اپنے حسن و احسان کے حوالے سے یاد آتا ہے۔ اللہ کی یاد جب پیاری لگتی ہے تو اس کی تخلیق کے حوالے سے وہ یاد پیاری لگتی ہے۔ ﴿الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض﴾ **اللہ کو یاد رکھنے والوں کے لئے لازم ہے کہ اللہ کی صفات کی جلوہ گری کو یاد رکھیں۔** اللہ تعالیٰ کی صفات جس طرح بنی نوع انسان میں ظاہر ہو رہی ہیں، حیوانات میں ظاہر ہو رہی ہیں، کائنات میں ظاہر ہو رہی ہیں، زمین و آسمان کی تخلیق میں اور کائنات کے ازل سے لے کر اب تک مسلسل ترقی کرتے چلے جانے میں خدا تعالیٰ کی جو صفات ظاہر ہو رہی ہیں ان پر نظر ڈالیں جتنی اس کی نظر وسیع ہوتی چلی جائے گی اتنا ہی اللہ کے ذکر سے اس کا دل زیادہ اطمینان پاتا چلا جائے گا۔

اور اسی طمانیت کے نتیجے میں اللہ کے ساتھ، اللہ کی یادوں کے ساتھ دل کا قرار پکڑنا اس کی مخلوق سے بھی ایک محبت پیدا کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ مخلوق سے ذاتی تعلق ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ کی مخلوق ہے۔ اب یہ دو تعلق بظاہر ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے مگر بہت بڑا فرق ہے ان میں۔ ایک انسان جب خدا کی مخلوق سے تعلق رکھتا ہے اور براہ راست مخلوق سے تعلق رکھتا ہے تو مخلوق کے تعلق میں اسے خدا نہیں یاد آتا مگر اللہ سے یعنی خالق سے تعلق رکھتا ہے تو مخلوق ضرور یاد آتی ہے۔ یہ وہ بنیادی فرق ہے طمانیت قلب اور طمانیت قلب کے نہ ہونے کا۔ اب اس بات کو پھر دوبارہ غور کر کے دیکھیں تو آپ کو جو میں سمجھانا چاہتا ہوں آسانی سے سمجھ آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے اگر پیار ہے تو ناممکن ہے کہ خدا کی صفات جب اپنے جلوے دکھائیں تو ان سے پیار نہ ہو۔ کیونکہ خدا تو صفات کا نام ہے اور صفات کی جلوہ گری سے ہی ہم اللہ کو دیکھتے ہیں ورنہ اللہ کی ذات تو ایک مبہم سی، انہونی سی چیز ہو جائے گی جس کا صرف نام ذہن میں ہو گا اس سے زیادہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ اکثر دنیا کی خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ اللہ کا نام ایک دل میں موجود ہے یا ذہن میں ایک تصور سا ہے مگر اس کی صفات کی جلوہ گری کا کوئی تصور نہیں۔ اب آپ کے دماغ میں لفظ پھول آجائے تو پھول کا تصور کر کے آپ کو خوشبو تو نہیں آئے گی۔ اگر آپ کے دماغ میں لفظ پھول آجائے پھول کا تصور کر کے اس کے رنگ تو نہیں آپ کو پیارے لگیں گے۔ محض ایک خیال ہے۔ تو بہت سے لوگ جو بظاہر مذہبی ہیں بظاہر اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ کی صفات پر اس سے زیادہ ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ ایک ان دیکھے، ان سنے پھول پر آپ کو ایمان ہے۔ ہو گا کہیں اس چمن میں کھلا ہوا۔ کسی صحرا میں لالہ بھی اگ جاتا ہے آپ کو اس سے کیا۔ مگر وہ پھول جو آپ کے قریب آجائے، جسے آپ کی آنکھیں دیکھنے لگیں، جس کی خوشبو کو آپ کا ناک سونگھنے لگے جس کی لمس انگلیوں کو پیاری لگے، وہ پھول اور پھول کا تصور دیکھیں کتنے مختلف ہیں۔

پس اللہ کی یاد دل کو اس وقت اطمینان بخشتی ہے جبکہ اس یاد کا پھول آپ کی گودی میں آجاتا ہے، آپ کے ہاتھوں میں کھیلنے لگتا ہے، اس کی خوشبو آپ کے ناک تک پہنچتی ہے اور پھر اللہ کی یاد صرف ایک گونگے پھول کی طرح تو نہیں، اس میں لحن بھی ہے، اس میں دلکش آوازیں بھی ہیں اور انسان کا سارا وجود اپنے پانچ حواس خمسہ کے ساتھ اللہ کی یاد سے بعض دفعہ اس طرح جاگ اٹھتا ہے کہ اسے ایک نئی دنیا عطا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ یاد ہمیشہ صفات کے حوالے سے ہو گی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر صفات کے حوالے سے ہو تو آپ کو دن بدن پیاری لگے گی اور آپ کے دل کو قرار بخشے گی۔ اگر صفات کے حوالے سے نہ ہو تو مخلوق سے آپ کو پیار ہو گا مگر جس نے پیدا کیا تھا اس سے پیار نہیں ہو گا۔

اب اسی پھول کی مثال میں دوبارہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ پھول دیکھیں اور یہ نہ سوچیں کہ کس نے پیدا کیا تھا پھول کو، دیکھیں اور سونگھیں اور یہ نہ سوچیں کہ اس میں خوشبو کیسے پیدا ہوئی تھی اور خوشبو سونگھنے کی صلاحیت ہمیں کیسے ملی۔ باغ میں پرندوں کی آوازیں سنیں لیکن یہ نہ سوچیں کہ پرندے جو کچھ بھی بول رہے ہیں ان میں دلکشی کیوں ہے، ان میں حسن کیوں ہے، کیوں پیاری لگتی ہیں ان کی آوازیں صبح صبح، اور ہمارے کانوں کو کس نے یہ طاقت بخشی کہ ان آوازوں کو سن کر ان کا شعور حاصل کریں اور ان سے ایک لذت حاصل کریں۔ اگر یہ سب کچھ نہ سوچیں تو پھر پھول، پھول رہے گا، پرندوں کی آوازیں پرندوں کی آوازیں رہیں گی، آپ کو ان میں دلچسپی ہو گی، آپ عمریں گنوا دیں گے لیکن خالق کی طرف آپ کی توجہ نہیں جائے گی۔

اور محض دنیا کے حسن کی خالق سے الگ رکھ کر پیروی کرنا آپ کو اطمینان نہیں بخش سکتا۔ یہ وہ دنیا کی پیروی ہے جس سے انبیاء انسان کو ڈراتے چلے آرہے ہیں۔ ایسی پیروی، دنیا کے ایسے پیچھے پڑنا کہ دنیا اپنی ذات میں مقصود رہے اس کا خالق سے تعلق ٹوٹ چکا ہو اس دنیا کی پیروی سے انسان کو کبھی اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔ اطمینان نصیب ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے سفر شروع کریں یہ سفر آخر آپ کو دنیا تک ضرور پہنچائے گا۔ کیسے ممکن ہے کہ رحمان خدا کا تصور باندھیں اور رحم کرنے والی ماں کا تصور ساتھ پیدا نہ ہو، کیسے ممکن ہے کہ رب خدا کا تصور باندھیں اور دنیا میں آپ کے لئے جو ربوبیت کے سامان ہوئے ہیں آپ کی تربیت کے سامان، آپ کے کھانے پینے کے سامان، ان میں تنوع ہر قسم کی ایسی باتیں جو آپ کے حواس خمسہ محسوس کر کے لذت پاتے ہیں۔

یہ ساری باتیں جو ربوبیت سے تعلق رکھتی ہیں اگر آپ اللہ کے حوالے سے ان کو سوچیں تو ربوبیت کے سارے مظہر لازماً آپ کے سامنے رہیں گے۔ ﴿الحمدللہ رب العالمین﴾ کا یہ مطلب نہیں ... آپ اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں۔ وہ رب العالمین ہے اور عالمین کو بھول جاتے ہیں اور ان کی ...بیت سے اپنا تعلق توڑ لیتے ہیں۔ یہ جاہلانہ تصور بعض مذاہب میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کا خدا سے ... ٹوٹ چکا ہے کہ ہر چیز سے اپنا تعلق توڑ لو یہ تمہاری نجات کا موجب ہو گا، یہ اطمینان کا موجب ہو گا۔ ہر لز اطمینان ہر چیز سے تعلق توڑنے سے نہیں بلکہ تعلق کی وجہ درست کرنے سے ہوتا ہے۔ اگر کسی محبوب کے پیاروں سے آپ کو پیار ہو محبوب کے حوالے سے، تو جب تک وہ پیارے اس کو پیارے ہیں آپ کو پیارے لگیں گے۔ جب اس کو پیارے نہ رہیں تو کیسے آپ کو پیارے لگ سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو اٹھاتے ہوئے ایک مثال دی ہے کہ وہ شخص جو کسی سے پیار کرتا ہے اس کے بچوں سے بھی پیار کر رہا ہوتا ہے۔ اگر اس کے بچے اس کو دکھ دیں تو جو اس سے پیار کرتا ہے اس کا تعلق ان بچوں سے اسی طرح کٹنا شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے ولی ہیں، جو اللہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، جن کو ہمیشہ کی طمانیت اپنے رب کی ذات میں نصیب ہوتی ہے ان کے ساتھ اللہ کا بھی ایک ایسا ہی تعلق بن جاتا ہے۔ پھر ان کی خاطر اللہ تعالیٰ ان سب سے دشمنی کرتا ہے جو ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ ان کی خاطر اللہ تعالیٰ ان سب سے محبت کرتا ہے جو ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ تو اب دیکھیں یہ اللہ والے لوگ یہی تو وہ ہیں جن کا دل خدا سے اطمینان پاتا ہے۔ مگر ان کے کہنے کی بات نہیں رہتی ان کی علامتیں دنیا میں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور خدا تعالیٰ دنیا کی توجہ ان کی طرف پھیرتا ہے۔ جو ان سے پیار کرتے ہیں اللہ ان سے پیار کرنے لگتا ہے۔ جو ان کے دشمن ہو جاتے ہیں اللہ ان کا دشمن ہو جاتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مباہلے کے چیلنج دیئے تو دراصل قرب الٰہی کی نشانی مباہلہ بن جاتا ہے۔ یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر تم میرے دشمن ہو اور اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا! جو میرے دشمن ہیں تو ان کا دشمن بن کے دکھا تو پھر دیکھنا کہ خدا تعالیٰ تم سے کیا سلوک کرتا ہے۔ مگر بسا اوقات خدا کے تعلق والے نہیں چاہتے کہ اللہ دوسروں سے ناراضگی کا سلوک کرے۔ پس مباہلے کی حالت اور اس حالت میں ایک فرق ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی مسلسل خدا کو اتنے پیارے تھے کہ آپ سے دشمنی کرنے والے خدا کے قہر کی نظر کے نیچے تھے مگر آنحضرت ﷺ کو بنی نوع انسان سے جو رحمت کا تعلق تھا وہ خدا ہی کی رحمت کے تعلق کا ایک نشان تھا۔ پس آپ کے حوالے سے بنی نوع انسان پر رحم کیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دل کی رحمت کو دیکھتا تھا جو اپنے دشمنوں سے اور اس کی رحمت کے حوالے سے ان سے بھی نرمی کا سلوک فرماتا تھا۔

اب یہ وہ مضمون ہے اطمینان قلب کا جس کو اگر آپ سمجھیں تو آپ کو بہت خزانے مل جائیں گے بہت بڑی دولت ہاتھ آجائے گی۔ اللہ کو محمد رسول اللہ ﷺ سے کیوں پیار تھا اس لئے کہ خدا نہ ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے پیار کیا۔ اور خدا کی ذات کا پیار اس کی صفات کے پیار سے الگ نہیں ہو سکتا۔ پس یہ عجیب سی بات دکھائی دیتی ہے کہ بظاہر خدا تعالیٰ خود اپنی ہی ذات سے پیار کر رہا ہے مگر یہ پیار ایک شیشے کے حوالے سے ہے۔ کوئی انسان جو بہت ہی خوبصورت ہو اسے آئینہ کا حوالہ لینا پڑتا ہے، آئینہ کا ذریعہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ آئینہ دیکھتا ہے تو پھر اپنا حسن دکھائی دیتا ہے۔ **پس خدا کے وہ بندے جن کا دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پا جاتا ہے وہ اللہ کے لئے آئینہ بن جاتے ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ اپنے ذکر کو جلوہ گر دیکھتا ہے اور ان میں جلوہ گر دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کو اس حسن سے ایک اور قسم کا پیار پیدا ہو جاتا ہے۔** جو اسی کا حسن ہے مگر کسی نے عاریۃً لیا ہے اپنے اوپر جاری کیا ہے۔

پس اگرچہ اللہ کی رحمت سب لوگوں کی خیر چاہتی ہے مگر جب اس کے بندے لوگوں کے دکھوں

کے باوجود، خدا کی رحمت کو اپناتے ہوئے ان کی بھلائی چاہتے چلے جاتے ہیں تو اللہ ان کے حوالے سے ان کو معاف فرماتا ہے۔ اس رحمت کے حوالے سے ان کو معاف فرماتا ہے جو دنیا میں کام کر رہی ہے۔ اس رحمت کو توڑنے کے لئے، اسے مجروح کرنے کے لئے دنیا ہر کوشش کرتی ہے مگر وہ اس پر قائم رہتے ہیں۔ ایسے خدا کے بندے اس کو اور بھی زیادہ پیارے لگنے لگتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا دل اللہ سے ایسا اطمینان پاتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کے لئے الگ ہونے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ مگر اسی صورت میں ایک مباہلہ بھی ہے۔ جب دین کی بقاء کی خاطر، جب دنیا کو دکھانے کے لئے کہ واقعۃً یہ خدا کے بندے ہیں وہ خدا سے التجا کرتے ہیں اور خدا کے حکم پر مباہلہ کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں پھر ان کی رحمت دشمنوں کی راہ میں آڑ نہیں بن سکتی، روک نہیں بن سکتی۔

اس وقت دشمن یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اب ہمیں ان کی رحمت سے نہیں بلکہ ان کے اللہ سے تعلق سے مقابلہ کرنا ہے۔ اگر خدا کا ان سے تعلق ہے تو پھر دکھائیں اپنا غضب ہم لوگوں پر۔ یہ وہ وقت ہے جب رحمت سمٹ جایا کرتی ہے اور غضب ابھرا کرتا ہے۔ پس ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہئے مگر ہوتا انہی کی خاطر ہے جن کے دل اللہ سے اطمینان پاتے ہیں ان کے علاوہ نہیں ہوتا۔ نفس مطمئنہ ہونا ضروری ہے اور نفس مطمئنہ کی ایک یہ بھی شان ہے جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک شعر میں فرمایا:

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

اس وقت اللہ تعالیٰ کے یہ بندے خدا تعالیٰ کے غضب پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، اس کی غیرت کی تجلی پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، وہ اپنا حال ایک طرف رکھتے ہیں اور اپنا سب کچھ خدا کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں کہ اے خدا پھر جو تو چاہے کر ہم اسی میں راضی ہونگے مگر اس کے باوجود ان کے اندر جو خدا کی رحمت کا ایک جاری چشمہ ہے وہ بند نہیں ہوا کرتا۔

یہ ایک ایسی کیفیت ہے جس کو کوئی انسان بیان نہیں کر سکتا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بارہا مختلف رنگ میں اسے بیان کرنے کی کوشش بھی کی۔ آپ سے جب دین کے دشمنوں نے مقابلے کئے اور وہ ہلاک ہونے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض دفعہ ساری رات ان کے حق میں دعائیں کرتے گزار دیا کرتے تھے۔ اے خدا! بڑے بدبخت لوگ ہیں مگر کسی طرح ان کو بچالے۔ ان کی ہلاکت پہ مسیح موعود علیہ السلام کو خوشی نہیں ہوتی تھی، خدا کا نشان پورا ہوتے دیکھتے آپ کو خوشی ہوتی تھی۔ پس یہ کیفیت ہوتی ہے نفس مطمئنہ والوں کی کہ وہ خدا کی خاطر اپنا ہر سکون خدا کے ساتھ وابستہ کر لیتے ہیں۔ اپنی ہر بے قراری کو بھی خدا سے وابستہ کر لیتے ہیں۔ پس باوجود بے قراری کے ان کو اطمینان رہتا ہے۔

نفس مطمئنہ والوں کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بے قرار نہیں ہوتے۔ آنحضرت ﷺ کو دیکھیں کہ وہ غیروں کے لئے کتنا بے قرار ہوا کرتے تھے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ کو نفس مطمئنہ حاصل نہیں تھا! مگر نفس مطمئنہ کا مطلب ہے جب بھی کسی وجہ سے بے قرار ہونگے اللہ کی خاطر ہونگے۔ کوئی خدا سے دور ہٹ رہا ہے تو اللہ کی خاطر بے قرار ہونگے۔ پس ان کی بے قراری میں بھی ایک طمانیت پائی جاتی ہے جو اللہ کے حوالے سے ہوتی ہے۔ یہ وہ باریک باتیں ہیں جن کو آپ سمجھیں یا اس وقت سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر یاد رکھیں کہ **نفس مطمئنہ ایک ایسی حالت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے محبت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ صفات باری تعالیٰ سے محبت کے بغیر نفس مطمئنہ نصیب نہیں ہو سکتا۔** اگر یہ محبت آپ کو مل جائے تو پھر وہ دن آپ کی نجات کا دن ہے۔ لازم ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی اس پہلو سے آپ کو بے اطمینانی نصیب نہ ہو۔ بے اطمینانی ہو تو اس محبت کے حوالے سے ہو۔ یہ بظاہر متضاد مضمون ہے لیکن فی الحقیقت متضاد نہیں ہے۔ ایک شخص کو اگر کسی سے پیار ہو اور کوئی اس پیارے سے دشمنی کرتا ہو تو آپ کو اس پیار پر تو اطمینان ہے مگر اس سے دشمنی کرنے والے سے آپ کو جو دوری پیدا ہوگی اور تکلیف پیدا ہوگی کہ جس سے مجھے پیار ہے دیکھو یہ اس کو برا بھلا کہہ رہا ہے اگر اس سے پیار ہو تو یہ تکلیف ہونا لازمی ہے۔ پس نفس مطمئنہ کے لئے بھی کچھ بے قراریاں ہوا کرتی ہیں۔

یہ خیال دل سے نکال دیں کہ نفس مطمئنہ کو کوئی بے قراری نصیب نہیں ہوتی مگر نفس مطمئنہ کی تمام بے قراریاں اللہ کے حوالے سے ہوتی ہیں۔ اللہ سے پیار ہے جس کو خدا سے پیار ہوگا آپ کو اس سے پیار بڑھتا چلا جائے گا۔ جس کو خدا سے پیار نہیں ہوگا اس کے لئے آپ کے دل میں بے قراری ہوگی کہ جس سے میں نے چین حاصل کیا یہ کیوں اس سے چین حاصل نہیں کرتا۔ یہ کیوں اس کو تکلیف پہنچاتا ہے جس سے مجھے پیار ہے۔ پس مطمئنہ کی بے قراریاں بھی اپنی جگہ ہیں مگر وہ بے قراریاں جو نفس مطمئنہ سے ہٹ کر ہوتی ہیں وہ تو جان لیوا ثابت ہوتی ہیں۔ وہ تو انسانی زندگی کو ہمیشہ جہنم میں تبدیل کرتی چلی جاتی ہیں۔ مگر وہ بے قراریاں جو نفس مطمئنہ کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہیں، جو آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ تھیں اگر یہ نہ ہوتا تو خدا آپ کو کبھی یہ نہ کہتا ﴿لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين﴾ اے میرے محبوب بندے ان جیسے لوگوں کے لئے اپنے دل کو ہلاک نہ کر۔ کس لئے دل ہلاک ہو رہا تھا اسی لئے کہ وہ اللہ سے دور تھے۔ جس سے آپ کو پیار ہے اس سے ان کو پیار نہیں تھا۔ اور جس سے آپ کو پیار ہے وہ اتنا پیارا ہے کہ اس کے سوا کسی اور پیار کی قیمت ہی کوئی نہیں رہتی۔

یہ کیفیت تھی جو حضرت محمدؐ رسول اللہ کے دل کی کیفیت تھی یعنی آپ کی بے قراریاں اللہ کے حوالے سے تھیں، اللہ کے پیار اور اس کی محبت کے حوالے سے تھیں اور ان بے قراریوں پر سب سے زیادہ کس کی نظر تھی۔ اللہ کی نظر تھی جو آسمان سے ہر لحہ آپ کے دل پر نظر ڈالتے ہوئے فرماتا تھا ﴿لعلك باخع نفسك﴾ اے میرے پیارے کیا تو اپنے دل کو ان جیسے لوگوں کیلئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے، اللہ سے دور ہیں۔ پس یہ نفس مطمئنہ ہے جس کا سارا سکون اللہ کی یاد اس کے پیار اور اس کی محبت میں ہو، جس کی ساری بے قراریاں اللہ کی یاد اور اس کے پیار اور اس کی محبت کی بناء پر ہوں۔ اگر آپ اپنے نفس میں یہ بات دیکھتے ہیں تو پھر آپ کو نفس مطمئنہ نصیب ہے اور اس کی آخری یقین دہانی خدا تعالیٰ اس وقت کرواتا ہے جب ایسا انسان جان آفریں کے سپرد اپنی جان کرتا ہے اور ہر شخص کو مرنے سے پہلے خدا تعالیٰ یہ یقین دلا دیتا ہے کہ اے میرے بندے تجھے نفس مطمئنہ نصیب تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے وقت میں جب وہ جان دے رہا ہو اس کو آسمان سے آوازیں آتی ہیں ﴿یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾ کہ اے میرے بندے! میں جانتا ہوں کہ تجھے نفس مطمئنہ نصیب ہے اور نفس مطمئنہ کی آخری حالت یہ ہے کہ اپنے محبوب کی طرف کامل طور پر لوٹ آئے۔ پس اب تیری موت تیرے لئے مصیبت کا موجب نہیں ہے۔ تیری موت تیرے لئے خوشخبری لائی ہے ۔ آج میں تجھے یہ کہہ رہا ہوں کہ تو تو ہمیشہ مجھ سے ہی اطمینان پایا کرتا تھا۔ پس اے مجھ سے اطمینان پانے والے ،اے میری رضا سے راضی! سن کہ میں بھی تیری رضا پر راضی ہو گیا ہوں آ اور اس جنت میں داخل ہو جا جو میرے بندوں کی جنت ہے۔

پس نفس مطمئنہ کوئی واہمہ نہیں ہے جس کے متعلق آپ سمجھیں کہ پتہ نہیں نصیب ہوا ہے کہ نہیں۔ ایک چیز ایسی جس کو آپ ہمیشہ دیکھ سکتے ہیں وہ ان باریک باتوں سے علاوہ ہٹ کر روزمرہ کے تجربے میں ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی نیکی کو آپ ایسا اپنا لیں کہ وہ آپ کی ذات کا حصہ بن جائے، ناممکن ہو کہ اس کو اختیار کر کے آپ اکھاڑ کر پھر پھینک سکیں، اکھیڑ پھینکیں اس کو، یہ اگر ممکن نہ رہے تو یہ نفس مطمئنہ ہے۔ پس نفس مطمئنہ کی تلاش میں بے شک یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو نفس مطمئنہ کی تمام حالتیں یکدم نصیب ہونگی لیکن یہ دیکھنا لازم ہے کہ کسی نہ کسی نیکی پر آپ کو اتنا اطمینان ہو جائے کہ پھر وہ نیکی آپ کے ہاتھ سے نہ چھوٹ سکے اس حصے میں آپ یقین کر لیں کہ آپ کو وہ نفس مطمئنہ نصیب ہو گیا ہے۔

آج جماعت احمدیہ کو ضرورت ہے کثرت کے ساتھ نفس مطمئنہ پیدا کرنے والوں کی کیونکہ ان کو، جماعت احمدیہ کو، اس کے بڑے چھوٹوں، بچوں تک کو بھی اگر نیکیوں پر نفس مطمئنہ نصیب ہونا شروع ہو جائے تو لازم ہے کہ یہ جماعت دنیا پر غالب آ کر رہے گی کیونکہ بالآخر نفس مطمئنہ، غیر مطمئنہ نفس پر ضرور قدررت رکھتا ہے اور اس پر غلبہ پایا کرتا ہے۔ اب چونکہ زیادہ مزید وقت نہیں ہے دوسری بات کا وہ پھر میں آپ سے کر لوں گا لیکن کل کی مجلس میں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں جو ٹونے ٹوٹکے وغیرہ اور وظیفے پڑھ پڑھ کر اپنے مقاصد حاصل کرنا، اس قسم کے توہمات بھی پائے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی وقت ان چیزوں کا بھی میں جواب دوں گا سردست چونکہ وقت ہو چکا ہے، سوا تین ہو گئے ہیں اس لئے اب اس خطبے کو یہاں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فی الحقیقت نفس مطمئنہ عطا کرنا شروع کر دے۔

کسی کو ایک چھوٹی سی جگہ، اپنے دل کے ایک چھوٹے سے دائرے میں نفس مطمئنہ نصیب ہوگا اور جب ہوگا تو پھر اسے سمجھ آئے گی کہ نفس مطمئنہ کیا چیز ہے۔ یہ آجائے تو پھر ٹلا نہیں کرتا۔ آجائے تو پھر چھوٹ ہی نہیں سکتا آپ سے۔ پس جب آپ نیکی سے اتنا پیار کرنا سیکھ لیں گے کہ نیکی آپ کی جان بن جائے اس وقت آپ کو نفس مطمئنہ نصیب ہوگا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

(تیسری قسط)

مجلس سوال وجواب

۳ر جنوری ۹۷ کو منعقد ہونے والی مجلس سوال وجواب کی مکمل روداد ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل ۹ تا ۱۵ مئی ۹۷ء میں شائع ہوئی ہے جسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے کیسٹ سے مرتب کیا ہے۔ ملاقات کی یہ مجلس چونکہ نئے سال کی پہلی مجلس تھی اس پروگرام میں شریک ہونے والوں اور ناظرین کی طرف سے سیدنا خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی گئی اس کے بعد سوال وجواب کا دلچسپ سلسلہ شروع ہوا جسے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔(ادارہ)

ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے

اس سوال پر کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو کیا وہ مسلمان ہوتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا مسلمان سے کیا مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پہلے جتنے لوگ پیدا ہوئے ہیں وہ مسلمان پیدا ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کے کہنے کے مطابق وہ سارے ہی مسلمان ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں مسلمان سے مراد اسلام کی شرعی تعلیم مراد نہیں ہے بلکہ نیک فطرت مراد ہے۔ ہر بچہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ صلاحیتوں کے مطابق Submitt کرنے والا ہے۔ اس کی فطرت خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہے اس کے تابع رہتی ہے یعنی ہر بچہ اللہ کی مرضی کے تابع رہتا ہے۔ لیکن بعد میں "فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ" بعد میں اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اس لفظ یہودی نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ یہ اسلام مراد نہیں ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ رائج ہوا ہے کیونکہ یہودیت تو پہلے سے موجود تھی اور مجوسیت اس سے بھی پہلے سے تھی۔

ادبی سانچے اور شراب معرفت

مکرم عبید اللہ صاحب علیم نے ایک اور ادبی سوال اٹھاتے ہوئے حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اصل میں حضور انور نے میرے سوال کا جو بنیادی جواب دیا ہے اس کے بعض پہلوؤں کے بارہ میں مزید رہنمائی چاہوں گا۔ روشن خیال لوگ چاہے لٹریچر میں وہ کوئی بھی ادبی خیال رکھتے ہوں اس کی تو ایک حقیقت سامنے آ جاتی ہے لیکن آمد اور آورد کی جو ایک صورت حال انسان کی ہے وہ وہ طرز سخن میں بہت مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس بات کا تو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ آمد ہے یا آورد ہے لیکن مغالطہ وہاں پر شروع ہوتا ہے جہاں سے غیر ادب یا غیر ادبی شخصیت جو ہے وہ ادب کے سانچوں میں آنی شروع ہو جاتی ہے۔ تو وہ لٹریچر میں جیسے ہمارے ہاں اردو کا سفر ہے اس میں ایک واضح سفر ہوتے ہوتے ترقی پسند ادب آیا اس کے بعد بہت سے لکھنے والے آئے اور پھر اس کے اصناف میں انہوں نے ایک جھگڑا کیا کہ اصل میں یہ صنف جو ہے ہماری غزل کے جو سانچے ہیں وہ بالکل اب ختم ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں نئی سمت میں نئے انداز میں گفتگو کرنی چاہئے۔ یہ تمام سلسلے میرے ذہن میں ہیں کہ ان کے تعینات میں جیسے ہم دوسری چیزوں کا فیصلہ کر رہے ہیں یہ فیصلہ کیسے ہو۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی جو بناوٹ ہے یا سانچہ جس کو آپ کہہ رہے ہیں وہ سانچہ تو کوئی بھی ہو آپ کے بنیادی سوال کی راہ میں سانچے کی شکل بدلنا حائل نہیں ہوتا۔ سانچے بنانا اور نئے نئے سانچے ڈھالنا یہ انسانی فطرت کا ایک حق ہے اور اس کو آپ جس طرح چاہیں استعمال کریں لیکن سانچوں میں بھرا کیا ہوا ہے۔ یہ ہے اصل بات۔ چنانچہ بعض آزادانہ شاعری کے باوجود گہری ادبی روشنی رکھنے والے لوگ ہیں کہ ان کے آزاد شاعری کے سانچے بھی بہت پرلطف شراب سے بھر جاتے ہیں۔ یہ ہے اصل چیز کہ اس میں شراب معرفت بھری ہوئی ہے یا کچھ اور بھرا ہوا ہے۔

علیم صاحب نے عرض کیا آجکل ہمارے ہاں ایک تحریک چلی ہے نثری نظم کی۔ کہ نثر میں بھی شاعری ہو سکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ہم نے جو الگ الگ Patern کئے ہیں مجھے نثر اور نظم کے درمیان فرق سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نظم کیوں ہے۔ اس لئے کہ میرے ذہن میں اعلیٰ درجہ کی تمام شاعری نثریہ شاعری ہے۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

یہ سب نثر ہی ہے اگر کوئی مضمون بیان کریں تو نثر میں بھی ہم اس کے علاوہ کچھ اور بیان نہیں کر سکتے۔

حضور نے فرمایا لیکن آپ کی سوچ کی ایک طرز ہے وہ جن رستوں پر چل رہی ہے میری سوچ اس سے مختلف رستوں پر چل رہی ہے۔ میرے نزدیک شاعری اور موسیقی یا نغمگی دو چیزیں ہیں اور جس کو ہم نظم کہتے ہیں اس میں نغمگی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ نثر میں نغمگی ضروری نہیں ہے لیکن شعریت آجاتی ہے۔ اس لئے لوگ ایسی ایسی نثر بھی لکھتے ہیں کہ اس سے خوابیدہ فطرتیں جاگ اٹھتی ہیں۔ اس میں ایک شعریت کا مضمون ہے لیکن نغمگی نہیں ہوتی اس لئے جو بھی سانچے بنائے گئے شعراء کی طرف سے یا قدرتاً تخلیق پائے ان میں نغمگی کا پہلو بھی ہے یہاں تک کہ بعض شعراء نغمگی کے لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچنے کی وجہ سے بہت شہرت پا گئے اور ان کے کلام آج بھی بہت ہی زندہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کو جب کرید کر دیکھیں تو نغمگی ہے شاعری نہیں۔ یہ جو میر انیس کے مرثیے ہیں، دبیر کے مرثیے ہیں ان پر غور کر کے آپ دیکھیں تو ان میں بڑی نغمگی ہے آواز کی لہک اور زنجیروں کی چمک۔ لگتا ہے کہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا ہے۔ ان مرثیوں کے اندر ڈوب کر دیکھیں تو پتہ لگتا ہے کہ ان میں شعریت کوئی بھی نہیں تو اس لئے میرے نزدیک ان دونوں چیزوں کو شاعری میں الگ نہیں کرنا چاہئے۔ نثر لکھیں نثر کے طور پر لکھیں اور اپنے اوپر کوئی ایسی پابندی نہ لگائیں جس کی وجہ سے نثر پر شعری اظہار پر کوئی قدغن لگ جائے۔ جو لوگ ملا کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ایک طرف تو شعری پابندیوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں دوسری طرف اپنی نثر کو اس طرح پیش کرنا چاہتے ہیں گویا عام نثر سے الگ ایک شعریت رکھنے والی نثر ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ نثر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ہے اس میں وہ شعریت کے عروج پر چلی جاتی ہے۔ مگر کوئی بھی نظم والی پابندی اس میں نہیں ہے اس لئے کہ بغیر کسی پابندی کے صرف اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ جس قسم کے لفظ جاری ہوئے ہیں اس کے مقابل پر دل جس قسم کے لفظوں کا تقاضا کر رہا ہے بعینہ ویسے لفظ پھوٹیں تاکہ ایک غیر معمولی قوت پیدا ہو جائے۔ اس زبان میں اور کوئی ایسا لفظ نہ آئے جو پہلے لفظوں کے ساتھ موافقت اور موانست نہ رکھتا ہو۔ اگر تضاد ہے تو بڑے نمایاں طور پر وہ تضاد کھل کر نکلے تاکہ جیسے قدرت میں قدرت کی طاقتوں کا تصادم ہوتا ہے تو وہ تصادم تضاد نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کے مقابل پر ابھارنے والی چیز ہے۔ بجلی کے کڑکے ہیں اور پھر اچانک سکوت پیدا ہوتا ہے اور فضا میں سکون چھا جاتا ہے اور ہلکی بارش اور تیز بارش یہ ساری چیزیں لازم نہیں ہیں کہ ضرور ہی نثر کے دائرہ سے ہٹ کر کی جائیں مگر نثر کو پھر پکڑے رکھیں اور یہ نثر ہے لیکن نثر کو نظم کہیں اور نظم کے اندر دخل اندازی کریں میرے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

فصاحت و بلاغت کا کمال

حضور کا یہ جواب سن کر علیم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کے حوالے سے کہا کہ اگر نثر پڑھنے والا ہے اور آپ کی نظم پڑھے تو اس میں ایک ہم ربط کیفیت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی آدمی یا اسی شاعر کے یہ شعر ہو سکتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا لیکن جو شرط آپ بیان کر رہے ہیں وہ ہر دفعہ پوری نہیں اترتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض شعر (جس طرح آپ نے غالب کے بھی پڑھے ہیں) ان میں جو روانی ہے وہ نثر کی سی روانی ہے لیکن وہ نثر مصرعوں میں ڈھلی ہوئی نثر ہے اور ایک انسان اگر نثر کے طور پر پڑھنا چاہے تو توقف کے ساتھ بدل بدل کے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن وہ پھر بھی نظم کے قوانین کے تابع ہے۔ نظم، نثر کے قوانین سے الگ اور نظم کے قوانین کے تابع۔ پس نظم میں نغمگی اور توازن اور پھر نثر کی سی لذت پیدا کر دینا یہ وہ چیز ہے جو مشکل کو سہل بنانے والی بات ہے اور یہ بھی فصاحت و بلاغت کا ایک کمال ہے۔ لیکن اہل کلام کی ہر شعری تخلیق میں یہ ضروری نہیں ہوا کرتا۔ مضامین بے انتہاء مشکل بھی ہو جاتے ہیں اور بے حد آسان بھی اور آسان بھی سہل ممتنع یعنی ایسا آسان کہ نہ کوئی کہہ سکے نہ حقیقت میں اس کے سارے مضامین کو پا سکے۔ پس یہ ساری باتیں ہیں جو پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ مگر یہ جو اکثر بحثیں ہیں یہ زیادہ تر بناوٹی ہیں۔

فطرتی عرفان کا اظہار

جیسا کہ میں نے بتایا ہے مجھے تو اس میں ایک گہری تفریق دکھائی دیتی ہے۔ نثر نثر ہے اور نظم نظم ہے۔ نظم میں جو سانچے ہیں وہ اپنا ایک خاص انداز رکھتے ہیں۔ نثر میں وہ سانچے نہیں ہیں مگر شعر دونوں میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ علیم صاحب نے عرض کیا اگر کیفیاتی ساخت ایک آدمی کی ایک ہے تو جو نثر لکھے گا یا نظم لکھے گا در اصل وہ تو اس آدمی کی ساخت ہے اس کو فطری طور پر ایک Rithum ملا ہوا ہے، لکھ رہا ہے لیکن شعر کی جو کیفیت ہے وہ تو اس کے سانچے سے بالکل مختلف بات کا نام ہے۔ حضور نے فرمایا اسی لئے اس کو اختیار ہے چاہے تو وہ اپنی فطرتی نغمگی کا اظہار نثر میں کرے یا فطرتی نغمگی نہیں بلکہ فطرتی عرفان کا اظہار چاہے وہ نظم میں کرے چاہے نثر میں کرے اس کی چھاپ تو دونوں جگہ دکھائی دے گی لیکن جب نثر میں اظہار کرے گا تو وہ ان پابندیوں سے آزاد ہو گا جو نظم کی صورت میں اس پر عائد ہوتی ہیں۔ ان پابندیوں کے باوجود مضمون کو اس طرح ظاہر کر دینا کہ گویا نثر ہے غالباً یہ بات ہے جسے آپ نے مثال دے کر ظاہر کیا تھا۔ ان کی چھاپ تو ایک ہی رہے گی۔ خدا تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں مگر ہر صفت جب ظاہر ہوتی ہے خدا کی چھاپ وہی ہوتی ہے اور وہ توحید کی چھاپ ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر انسان کے اندر ایک واحد وجود ہے اس اکائی کی چھاپ ہر جگہ دکھائی دے گی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پھر وہ نظم اور نثر کی تفریق کو مٹانے والی چھاپ ہے۔ پس تفریق اپنی جگہ جیسے گدھے اور بیل کی ایک تفریق ہوتی ہے انسان اور بندر کی تفریق ہوتی ہے مگر خدا کی ثنائی کی جو چھاپ ہے وہ بندر پر بھی ہے اور انسان پر بھی ہے۔

شریعت کی تبدیلی کا دائمی اصول

یہودیوں میں ایک گروپ ایسا بھی ہے جو حضرت رسول کریمؐ کو خدا کا نبی بھی مانتے ہیں، قرآن کریم کو الہامی کتاب بھی مانتے ہیں لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ تورات منسوخ ہو گئی ہے اور اب تم اس کو چھوڑ کر قرآن کی طرف آ جاؤ۔ حضور ایدہ اللہ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا وہ یہ کیوں نہیں مانتے کہ قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک اعجازی تخلیق تھے اور ان کی والدہ نے کوئی بدی نہیں کی تھی۔ وہ مرد اور عورت کے ملنے سے سدا نہیں ہوئے تھے بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک پاکباز ماں کو ایک نشان بخشا تھا۔ یہ قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے مانتے ہیں یا نہیں۔ عرض کیا گیا کہ یہودیوں کا یہ گروپ مانتا ہے۔ حضور نے فرمایا اگر وہ حضرت عیسیٰؑ کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں تو پھر یہودی کیسے ہو گئے۔ سوال کرنے والے دوست نے بتایا کہ وہ اپنے آپ کو شاید مسلم یہودی یا اس قسم کا کوئی لقب اختیار کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ تو کوئی گڑبڑ والا معاملہ ہے اس لئے آپ پہلے ان سے تعین کروائیں کہ تم عیسائی بن گئے ہو اگر عیسائی ہو تو کیا یونائٹ عیسائی ہو۔ تو پھر جب عیسائیت کو ان گئے تو بائبل پر عیسائیت کو ماننے کے جو اثرات مرتب ہوئے ان کو تسلیم کرنا پڑا اور پھر جب قرآن کریم کی بات آئے گی تو پھر ہم ایک ایک تعلیم کے ساتھ بائبل کا موازنہ کریں گے۔

قرآن کریم نے جب نسخ کا مضمون بیان فرمایا ہے تو صرف بائبل کے حوالہ سے ذکر نہیں فرمایا بلکہ اسے ایک دائمی اصول کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا" اس کا لفظی ترجمہ یہ بنتا ہے کہ ہم کسی آیت کو بھی منسوخ نہیں کرتے یا بھلاتے نہیں سوائے اس کے کہ اس سے بہتر لے آئیں یا اگر کوئی شریعت بھلا دی گئی ہو اور تعلیم زندہ رکھنے کے لائق ہے تو ویسی ہی پھر

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

جمیعت العلماء ہند کا جلسہ 'تحفظ ختم نبوت'

عوام کی عدالت میں

جمیعت علماء انتشار پیدا کر رہی ہے

دہلی میں جمیعت علماء ہند آج کل زبردست دھوم مچائے ہوئے ہے، جب بھی ملت کو کچھ سکون میسر ہوتا ہے اور وہ اپنی تعلیمی اور اقتصادی بدحالی کو سدھارنے کی جانب متوجہ ہوتی ہے تو مذکورہ جماعت کوئی شوشہ چھوڑ دیتی ہے اور یوں مسلمانوں میں زبردست انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ جمیعت علماء اور اس کے صدر محترم مولانا اسعد مدنی کا تو کام ہی یہ رہ گیا ہے کہ وہ بہانوں بہانوں سے کوئی تھوڑا بہت ہنگامہ کریں اور پھر ملک اور بیرون ملک سے کروڑوں روپے بطور چندہ اکٹھا کریں۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ آج تک قوم کو اس کے ذریعہ دی گئی رقوم کا حساب تک نہیں دیا گیا۔ جمیعت علماء کا کوئی ایسا جلسہ آج تک نہیں ہوا جس میں اس کے صدر کا جمہوری طور پر انتخاب ہوا ہو۔

حال ہی میں جمیعت علماء نے جو تحریک چھیڑی ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کے خلاف ہے، جمیعت علماء کے ذمہ دار اس تحریک کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزائیوں کی سرگرمیوں سے مسلمان دھوکہ میں آرہے ہیں اور اسلام سے ناواقفی میں دور ہو رہے ہیں۔ مولانا اسعد مدنی نے یہ بھی کہا ہے کہ دور دراز کے علاقوں میں اور ایسے دیہات میں جہاں نہ ریل جا سکتی ہے نہ بس، نہ گھوڑا گاڑی جا سکتی ہے اور نہ موٹر سائیکل، جا کر مرزائی لوگ غریب مسلمانوں کی ہر طرح سے مدد کر رہے ہیں اور پھر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جمیعت علماء ہند جو ملک بھر میں چاروں طرف برگد کے درخت کی طرح پھیلی ہوئی ہے، ایک ایسی تحریک کا مقابلہ جس کے حامی غریبوں کی مدد کر رہے ہیں، ایسی تحریک سے کر رہی ہے جس کا انتشار اور ٹکراؤ کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

سوال یہ ہے کہ وہ اگر ایک برے مقصد کی خاطر چند اچھے کام کر رہے ہیں تو جمیعت علماء جیسی کروڑوں کی مالک جماعت اچھے مقصد کے لئے ویسے ہی چند اچھے کام کی بجائے گلی کوچوں میں کیوں جلسے کرتی پھر رہی ہے؟ میرا پختہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق ایسے جھوٹے نبی قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے لیکن آپ ہی کے فرمان کے مطابق وہ اپنے انجام کو بھی پہنچتے رہیں گے، جو نقصان اللہ نے مقدر کر دیا وہ تو ہو کر رہے گا لیکن اہل ایمان کا یہ فرض ہے کہ وہ مناسب کوشش کر کے لوگوں کو صحیح بات کی جانب بلاتے رہیں مگر اس طرح جس طرح ہمیشہ سے اہل اسلام کرتے آئے ہیں، اس طرح نہیں کہ غیروں کو اسلام کے خلاف جمع ہونے کا موقع ملے اور امت مسلمہ بکھر کر رہ جائے۔ کیا جمیعت علماء کے ارباب انتظام اس پہلو پر غور کریں گے۔

(ایم اے شیخ بلی ماران دہلی) (ہفت روزہ نئی دنیا ۲۴ تا ۳۰ جون ۔ ۹۷ء)

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ ۲۹۔۶۔۹۷ کو بعد نماز مغرب وعشا مسجد احمدیہ میں زیر صدارت محترم شہزادہ پرویز احمد صاحب امیر جماعت کلکتہ جلسہ سیرۃ النبی منعقد ہوا۔ نیپال سے آئے ہوئے داعی الی اللہ محمد شریف الحق صاحب نے بہت ہی پیارے انداز میں قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور نظم محمد ابراہیم صاحب نے بہت ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھی۔ اجلاس کی پہلی تقریر حمید کریم صاحب صوبائی قائد خدام الاحمدیہ نے سیرت کے پہلوؤں پر کی۔ عبد القادر صاحب نے بہت اچھے انداز میں نظم "ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے" پڑھی۔ خاکسار نے آنحضرت صلعم کی سیرت کے اخلاق فاضلہ کے موضوع پر تقریر کی۔ محترم مظہر احمد بانی صاحب نے خوش الحانی کے ساتھ حضور انور کا منظوم کلام پیش کیا۔ اجلاس کے آخر میں مولوی محمد وسیم خان صاحب نے سیرت کے مختلف پہلوؤں کے سلسلے میں حدیث پیش کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس مساعی کو قبول فرمائے اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ایاز احمد بھٹی سیکرٹری تعلیم و تربیت کلکتہ)

☆ لجنہ اماء اللہ حیدر آباد نے جوبلی ہال میں جلسہ سیرۃ النبی منعقد کیا جلسہ کی صدارت مکرمہ انیسہ الہ دین صاحبہ نے کی امتہ البصیر آفتاب کی تلاوت کے بعد مکرمہ محمودہ رشید صاحبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر آیات قرآنیہ و احادیث پیش کیں۔ بعدہ مکرمہ مریم عظیم صاحبہ نے بعنوان "آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ زندگی" عزیزہ امتہ المنیر آفتاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات طبقہ نسواں پر عزیزہ نزہت نے آنحضرت صلعم کا بچوں سے پیار مکرمہ امتہ القیوم وسیم صاحبہ نے درود شریف کے فضائل محترمہ منصورہ الہ دین صاحبہ نے آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ محترمہ زبیدہ شیریں صاحبہ نے آنحضرت کے حالات زندگی پر تقریر کی محترمہ اعظم النساء صاحبہ نے آنحضرت کی قوت قدسی کے تعلق سے حدیث پیش کی جبکہ فوزیہ ضیاء صاحبہ۔ امتہ المتین زکریا صاحبہ۔ طاہر تنویر صاحبہ۔ بشریٰ مبارکہ صاحبہ نافعہ اختر صاحبہ نے نعت پیش کی۔

(مریم عظیم جنرل سیکرٹری لجنہ حیدر آباد)

☆ ۲۹ جون ۹۷ کو بعد نماز مغرب جماعت احمدیہ عثمان آباد نے مسجد بیت الغالب میں جلسہ سیرۃ النبی منعقد کیا۔ عزیزہ وجاہت احمد (وقف نو) نے تلاوت کی نظم عزیز مامون خان وقف نو نے پڑھی۔ جلسہ میں اطفال ناصرات خدام اور ممبرات لجنہ نے تقاریر کی جلسہ کے اختتام پر کلو جمیعا کیا گیا۔ (صدر جماعت احمدیہ عثمان آباد)

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل تمام دنیا میں روزانہ ۲۴ گھنٹے

مذہبی — تعلیمی — تہذیبی — اور — طبی

پروگرام نشر کرتا ہے۔

کیبل ٹی وی پر

☆ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ آپ کو صاف ستھرے صحت مند اور دلچسپ پروگرام فراہم کرتا ہے۔

☆ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام نہ صرف آپ خود دیکھ سکتے ہیں بلکہ اپنے فیملی ممبران کو بھی فخر سے دکھا سکتے ہیں۔

یورپ کے ناظرین کیلئے

ON INTELSAT 603 AT 325.5 EAST
FREQUENCY 11010Mhz POLARITY VERTICAL

ایشیا افریقہ اور مڈل ایسٹ کے ناظرین کیلئے

ON INTELSAT 703AT57 EAST
FREQUENCY 4177.5 Mhz ON GALAXY 4

امریکہ اور کینیڈا کے ناظرین کیلئے

M.T.A CAN ALSO BE RECEIVED ON INTERNET:
WEB ADDRESS: HTTP: 11WWW.ALISHAM.ORG

لندن میں مزید معلومات کیلئے: ایڈریس

M.T.A INTERNATIONAL
16- GRESSENHALL ROAD LONDON
SW 18-5QL (U.K)
PH: 0181-8700922 FAX :0181-8700684

بھارت میں درج ذیل ایڈریس پر رابطہ کیجئے

INCHARGE AUDIO VIDEO SECTION
QADIAN-143516, DISST -GURDASPUR (PUNJAB)
PH: 10872-20749 FAX-01872-20105

افتتاح مسجد احمدیہ ننگل باغبان

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ننگل باغبان میں جماعت احمدیہ کو ایک کمرہ بطور مسجد تعمیر کی توفیق ملی ہے جس کا افتتاح ۱۵ فروری ۹۷ بروز ہفتہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان نے دعا کر کے فرمایا۔

الحمد للہ کہ ننگل میں اس وقت تقریباً پندرہ بیس احمدی گھر آباد ہیں اور اب ننگل کو قادیان کے مقامی حلقہ کے طور پر شمار کر کے یہاں باقاعدہ لوکل تنظیم کا انتخاب بھی عمل میں آچکا ہے۔ حلقہ ننگل کے پہلے صدر مکرم مولوی فیض احمد صاحب درویش ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مجلس عاملہ کو احسن رنگ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ساتھ ہی اس مسجد کو وافر نمازی جو نور ہدایت اور نور ایمان سے منور ہوں عطا فرمائے۔

(ڈاکٹر قریشی محمد زاہد سکریٹری مال حلقہ ننگل قادیان)

بقیہ صفحہ ۱ ارشادات عالیہ

نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور میں اسلام کو تمہارا دین مقرر کر کے خوش ہوا۔ سو قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا اب صرف مکالمات الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے اور وہ بھی خود بخود نہیں بلکہ سچے اور پاک مکالمات جو صریح اور کھلے طور پر نصرت الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اور بہت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں وہ بعد تزکیہ نفس محض پیروی قرآن شریف اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۷۸۔۸۰)

بقیہ صفحہ ۲ اداریہ

"میں اپنے آپ کو ہندوستانی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ ہندوستان کی بہبودی کو مدنظر رکھوں گا۔"

(تلخیص از الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۲۷ء)

مذکورہ امور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے شملہ میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس میں ۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو بیان فرمائے جس پر پنڈت مدن موہن مالویہ جی نے کہا کہ :-

"کل حضرت نے بہت ہی معقول تقریر کی اور صحیح راستہ دکھایا" (الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۶)

جماعت احمدیہ نے آزادی ہند کے لئے مزید کیا کیا کوششیں کیں آئندہ شمارہ میں (باقی)

(منیر احمد خادم)

بقیہ صفحہ 8

سے لے آئیں۔ یہ دائمی اصول ہے شریعت کی تبدیلی کا۔ یہ اس نے غالباً نہیں پڑھا۔ سائل نے کہا مسلمانوں نے اس کو قرآن کریم پر ہی Apply کیا ہوا ہے اس لئے وہ بھی یہی مانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا مسلمانوں میں سے وسطی طبقہ کے لوگوں نے نسخ ثابت کرنے کی خاطر اس کو مروڑ دیا حالانکہ یہ ایک دائمی مضمون ہے۔ ہم نے قرآن کریم کے اس فہم کے مطابق اس کو جواب دینا ہے جو نہ اس کو ہے اور نہ دیگر مسلمان علماء کو ہے اور مضمون اتنا پاکیزہ، صاف اور سچا ہے کہ آدم سے لے کر آخر تک برابر اطلاق ہونے والا ہے۔ انسان خود غور کرے تو شریعتوں کی تبدیلی کا فلسفہ اس سے بہتر کوئی نظر نہیں آسکتا اس لئے اس آیت کی غلط تفسیر کی بحث نہیں۔ اگر یہ آیت نہ بھی ہوتی تب بھی کوئی بھی اپنی عقل سے جو تعصبات سے پاک ہو شریعتوں کا مقابلہ اور نئی شریعتوں کا آنا اور بعض کو مٹائے جانے کی بحث کرتا تو اسی نتیجہ تک پہنچتا۔ اس کے سوا اور کوئی نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا کہ شریعتیں تبدیل ہوئی ہیں دو اصولوں پر۔ یا بہتر کو لایا گیا ہے تو پھر مٹایا گیا یا اگر تعلیم زندہ رہنے کے لائق تھی، لوگوں نے بھلا دی تھی تو اسے یاد کرا دیا گیا۔ پہلے اس اصول کو بدل کے دکھائیں۔ اس لئے اس بات سے بحث ہی کوئی نہیں کہ مسلمان اس آیت کے کیا معنے کرتے ہیں۔ آپ ان سے کہیں اگر احمدیت کے یہ معنے درست نہیں ہیں تو اس مضمون کے اور معنے دکھائیں جسے انسانی فطرت قبول کر سکے اور تاریخ اس کے حق میں گواہی دے۔ اس لئے جب قرآنی تعلیم کا بائبل کی تعلیم سے موازنہ کریں گے اور بہتر دکھائیں گے تو منسوخی خود بخود ہو گئی۔ تعلیم تبدیل ہوئی ہے اور منسوخی کس کو کہتے ہیں۔

سوال کرنے والے دوست نے عرض کیا کہ وہ ایک آیت پیش کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے "قل یا اھل الکتاب لستم علیٰ شیٔ حتی تقیموا التوراۃ" (المائدہ:٦٩)۔ حضور نے فرمایا میں اس کے متعلق پہلے کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ قرآن کریم صرف اہل کتاب کی بات نہیں کر رہا دوسرے بھی حوالے دے رہا ہے کہ ہر وہ شخص جو یہ بھی ہے وہ بھی ہے وہ بھی ہے اگر وہ اپنی تعلیم پر عمل کرتا ہے تو کم سے کم وہ سچا ثابت ہو جائے گا کہ منافقت نہیں ہے اور اگر وہ یوم آخرت پر بھی ایمان رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اس کا جواب دہ ہونا ملتا ہے تو پھر عمل صالح کرتا ہے تو اس کو کوئی خوف نہیں۔ یہ وہ مضمون ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ بائبل کی تعلیم پیش کرتے ہو پہلے تم اپنی صداقت کا تو کوئی ثبوت پیش کرو۔ جس تعلیم کو سچا سمجھتے ہو اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ پہلے اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔ پھر بحث کا حق ہے اس کے بغیر نہیں۔ تم نے جس تعلیم کو عملی زندگی میں نظر انداز کر دیا اس کو پیش کرنے کا تمہیں کیا حق ہے۔

تربیتی اجلاس لجنہ اماء اللہ یادگیر

گزشتہ دنوں زیر صدارت صدر لجنہ اماء اللہ یادگیر بعد نماز جمعہ احمدیہ لیکچر ہال میں تربیتی اجلاس منعقد ہوا۔ عزیزہ محمودہ بیگم کی تلاوت کلام پاک کے بعد عزیزہ محمودہ ناہید نے عہد نامہ دہرایا اور محترمہ مالن بی صاحبہ نے حدیث پیش کی۔ بعد ازاں محترمہ کبریٰ بیگم صاحبہ نے نظم "قرآن مجھ کو دے دے" شاعرانہ انداز میں پڑھ کر سامعات کو محظوظ کیا بعدہ محترمہ ذکیہ قدوس صاحبہ نے "یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے" کے عنوان پر تقریر کی محترمہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل کیسے ہوتا ہے اور کن بندوں پر ہوتا ہے اس کو ارشاد ربانی اور قرآن مجید و احادیث نبویؐ کے فرمان کی روشنی میں عام فہم انداز میں بیان کیا۔ بعد ازاں عزیزہ بشریٰ خاتون نے نظم سب نبیوں میں اوّل و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعت کلام طاہر سے خوش الحانی سے پڑھ کر سامعات کو محظوظ کیا۔ آخر میں محترمہ نے نماز کی اہمیت و رمضان المبارک کی فضیلت کے تعلق سے صدارتی خطاب فرمایا۔

کل ممبرات کی تعداد ۱۸۰ رہی حاضرات کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ دعا کے بعد ہمارا مذکورہ اجلاس بخیرو خوبی اختتام پذیر ہوا۔ (نصرت خاتون۔ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ یادگیر)

اعلان نکاح

۴ر مئی ۹۷ء کو مکرم محمود سلطان صاحب ابن مکرم محمد سلطان صاحب منڈرگہ شاہ آباد کا نکاح مکرمہ کوثر سلطانہ بنت محمد عبد اللہ صاحب منڈرگہ کے ہمراہ اور مکرم عبد الرشید صاحب استاد ابن عبد العزیز صاحب استاد کا نکاح مکرمہ نصرت سلطانہ بنت محمد سلطان صاحب منڈرگہ کے ہمراہ مکرم مولوی نذر الاسلام صاحب مبلغ سلسلہ یادگیر نے پڑھا۔

مکرم سلطان صاحب نے اعانت بدر ۵۰ روپے ادا کرتے ہوئے درخواست کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں رشتوں کو ہر جہت سے بابرکت بنائے۔ (عبد المنان سالک نمائندہ بدر یادگیر)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو اپنے فضل سے پہلا لڑکا مورخہ ۲۸-۱-۹۷ کو عطا کیا ہے۔ حضور انور نے ازراہ کرم بچے کا نام تجمل احمد رکھا ہے۔ جو مکرم محمد ظہور حسین صاحب (کیرنگ) کا پوتا اور مکرم شیخ محمد عمران صاحب (بھدرک) کا نواسہ ہے نومولود کی صحت و سلامتی درازی عمر صالح خادم دین ہونے کیلئے درخواست دعا ہے۔

(اعانت بدر ۵۰ روپے) (شکیل احمد جماعت احمدیہ کیرنگ)

منارت ...... (انگریزی سہ ماہی رسالہ کے)

ڈاکٹر عبد السلام صاحب (خاص نمبر) کی رسم اجرائی

جماعت احمدیہ کالیکٹ کے زیر اہتمام ۲۷ر جون ۹۷ء شام پانچ بجے محترم اے پی کنجا مو صاحب صوبائی امیر کی صدارت میں مقامی تھری سٹار ہوٹل Malahan Palace میں ایک خصوصی جلسہ محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی یاد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں منارت انگریزی سہ ماہی رسالہ کے خاص نمبر کی رسم اجرائی بھی ہوئی۔

مکرم ٹی احمد سعید صاحب کی تلاوت قرآن مجید کے بعد مکرم ای طاہر صاحب نے اس جلسہ کی غرض و غایت بیان کی۔ مکرم صوبائی امیر صاحب نے صدارتی تقریر میں محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے سائنسی دنیا میں آپ کی عظیم خدمات کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب نے منارت کا خاص نمبر جو نہایت دیدہ زیب اور پر از معلومات مضامین پر مشتمل ہے کی رسم اجرائی کرتے ہوئے محترم ایم اے محمد صاحب کو دے کر مختصر خطاب فرمایا۔

اس کے بعد ڈاکٹر نیل کنٹھن Dr. Neel Kandan کالیکٹ یونیورسٹی کے Head of the Dept of Physics نے تقریر کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب کو خراج تحسین پیش کیا اور بتایا کہ ڈاکٹر عبد السلام اس صدی کے ایک مایہ ناز سائنسدان تھے۔ پچھلے ۲۵ سالوں میں آپ نے سائنسی دنیا میں عظیم انکشافات فرمائے آپ نے اپنی تحقیقات سے ثابت کیا کہ سائنس اور مذہب باہمی متضاد نہیں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ پیغام تھا کہ اس کائنات کو پہچاننے سے خدا کو پہچانا جا سکتا ہے پروفیسر صاحب نے بتایا کہ میں جماعت احمدیہ سے خوب واقف ہوں لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ کالیکٹ میں اتنے زیادہ تعلیم یافتہ اور دانشمند احمدی ہیں۔

پروفیسر شری دھرن Head of the Sastra Sahithya parishad نے محترم عبد السلام صاحب کے بارے میں بتایا کہ آپ نہ صرف ایک عظیم سائنسدان تھے بلکہ تیسری دنیا کی مختلف ترقیات میں آپ کی خدمات عظیم تر تھیں اقوام متحدہ میں آپ کی اس سلسلہ میں تقریر ایک عظیم یادگار تقریر تھی۔ پروفیسر صاحب نے اپنی تقریر میں ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے سائنسی انکشافات کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ ان ہی تحقیقات نے آپ کو نوبل پرائز کا مستحق بنایا تھا۔ آپ نے بتایا کہ پاکستان حکومت نے آپ کے احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کی قدر نہیں کی تھی۔

اس جلسہ کو پروفیسر محمود احمد، مکرم اے ایم سلیم صاحب اور خاکسار نے مخاطب کر کے ڈاکٹر صاحب موصوف کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ آپ ایک عابد و زاہد سچے احمدی تھے۔ آپ کے بارے میں جو بشارات پائی جاتی ہیں ان کا ذکر کیا۔ یہ جلسہ اڑھائی گھنٹہ تک جاری رہا۔ اس میں شرکت کیلئے کالیکٹ کے علاوہ دور دراز جماعتوں کے نمائندگان نے شرکت کی تھی۔ آخر میں سب مدعوین کی جن میں زیادہ تر شہر کے دانشور اور علمی طبقہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے چائے اور لوازمات سے تواضع کی گئی۔ (محمد عمر کالیکٹ۔ مبلغ انچارج کیرلہ)

A.S. BINNING
Import - Export, Textil - Großhandel
Inh.: Avtar Singh Binning
Lager
Frankenstraße 10 - 20097 Hamburg
(S-Bahn Hammerbrook)
Telefon 040 / 236 95 79 + 23 38 39
Fax 040 / 236 95 80 Tel. privat 040 / 299 53 34

C.K ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOOD FURNITURE
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ 649-04524 ☎
روایتی زیورات
جدید فیشن
کے ساتھ

بقیہ صفحہ ۱۲

یادہ وقت لینے لگتا ہے اس لئے وہ کیفیت جو عام آدمی کی صبح کے وقت ہوتی ہے ایسے ۔۔۔ہ والے مریض کی ۱۱ بجے کے قریب ہوتی ہے۔ یہی مزاج ان سب دواؤں میں ہے جو پورٹل سسٹم (Portal System) کی خرابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ سیپیا بھی ان میں سے ایک ہے اور کالی فاس میں بھی صبح کے وقت بھوک ختم ہونے کی علامت پائی جاتی ہے لیکن اس کا پورٹل سسٹم سے نہیں بلکہ اعصاب سے تعلق ہے۔

کالی فاس اس لحاظ سے عورتوں کی دوا سمجھی جاتی ہے کہ اس کے مریض کو ٹھنڈے اور کھٹے مشروبات پسند ہوتے ہیں۔ جگر اور انتڑیوں کی سوزش میں کالی فاس اچھی دوا ہے۔ انتڑیوں کے اعصاب جھلانے سے جو تکلیفیں پیدا ہوتی ہیں اسے کالی فاس کنٹرول کرتی ہیں۔ بعض دفعہ اچانک پیچش ہو جاتی ہے اور پیٹ میں بل پڑتے ہیں اگر یہ اعصابی صدمہ کی وجہ سے ہو تو کالی فاس کی ایک دو خوراکیں بہت مفید ثابت ہوتی ہیں۔ اس کی جلن بہت سی اور دواؤں کی جلن سے الگ دکھائی دیتی ہے۔ اگر کالی فاس کا مزاج جان لیں تو پتہ چل جائے گا کہ یہ معدہ کی تکلیف نہیں ہے بلکہ اعصابی تکلیف ہے اس صورت میں یہ فائدہ دے گی جبکہ باقی دوائیں ناکام ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کی صورتحال میں کالی فاس کو دوسری دواؤں سے ملانا نقصان دہ ہے۔ میں عام طور پر کالی فاس، میگنیشیا فاس اور فلکیریا فاس کو ملا کر ٹانک کے طور پر دیتا ہوں لیکن اگر معین فوری تکلیف کالی فاس کا مطالبہ کرتی ہے تو دوائیں ملا کر دینے سے کالی فاس کا اثر ختم ہو جاتا ہے یا بہت مدہم پڑ جاتا ہے اس صورت میں ایک دوا تحقیق کرکے دیں تو اللہ کے فضل سے عین نشانے پر بیٹھتی ہے ایک دو خوراکیں دے کر دیکھیں اگر فائدہ نظر آئے تو وہی دوا جاری رکھیں ورنہ دوسری دوا تلاش کریں۔

اکثر بیماریوں میں تکلیف دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں حرکت کرتی ہے۔ کالی فاس میں لیکسز کی طرح بائیں سے دائیں طرف حرکت ہوتی ہے لیکن ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ لیکسز کی دردیں کوندے کی طرح بائیں سے دائیں نہیں لپکتیں بلکہ پہلے بائیں طرف ایک مقام بنا لیتی ہیں وہاں کچھ دیر ٹھہری رہتی ہیں اور وہاں سے اپنا وقت پورا کر لیں تو پھر دائیں طرف منتقل ہوتی ہیں۔ فوری طور پر درد کے کوندوں کو بائیں سے دائیں طرف نہیں پہنچائیں۔ کالی فاس میں یہ علامت نہیں ہے کہ پہلے بائیں طرف بیماری اثر دکھائے کچھ عرصہ کے بعد ٹھیک ہو کر دائیں طرف منتقل ہو جائے بلکہ بائیں طرف سے شروع ہو کر دائیں طرف پھیل جاتی ہیں۔ بعض دواؤں میں تکلیف کا دائیں سے بائیں ادلنا بدلنا مستقل دکھائی دیتا ہے ان میں پلسٹیلا اور لیک کنائنم مشہور ہیں۔

کالی فاس میں کسی خوف اور دہشت کی وجہ سے اسہال شروع ہو جاتے ہیں جو پتلے پانی کی طرح اور سخت بدبودار ہوتے ہیں کمزوری پیدا کر دیتے ہیں۔ کالی فاس کی پیچش میں اکثر آؤں کی حالت ہی رہتی ہے لیکن کبھی کبھی جب مرض بہت بڑھ جائے تو خالص خون آنے لگتا ہے۔ اعصاب کے اضطراب کی وجہ سے سخت بے چین کرنے والی حرکت ہوتی ہے اور انتڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ رگڑتی ہیں تو سوزش کے نتیجہ میں لعاب بنتا ہے جو آؤں کہلاتا ہے پھر خون جاری ہو جاتا ہے۔ مثانے کے نزلہ میں بھی کالی فاس ایک اہم مقام رکھتی ہے یعنی بعض لوگوں کو بار بار پیشاب آتا ہے اور سردیوں میں اس کے حملے زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسے مریضوں کو عموماً مثانے میں ٹھنڈ لگ جاتی ہے اور جس طرح ناک سے نزلہ جاری ہوتا ہے مثانے میں بھی نزلہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب بار بار آتا ہے لیکن اس میں جلن نہیں ہوتی بلکہ صاف پانی ہوتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ گہری سوزش کے نتیجہ میں نہیں ہے بلکہ نزلاتی تحریک ہے جیسے ناک سے بھی پانی نکلتا ہے تو تکلیف نہیں دیتا لیکن پونچھ پونچھ کر سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ البومن میں بھی پیشاب کے زیادہ آنے کی علامت پائی جاتی ہے لیکن وہاں بیماریوں کے ادلنے بدلنے والا مضمون کارفرما ہے۔ البومن میں سر درد ٹھیک ہو کر کثرت پیشاب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ سر کی عین چوٹی پر نیچے کی طرف دباؤ محسوس ہوتا ہے جسے دبانے سے آرام آتا ہے ایسا سر درد بغیر صحیح علاج کے ختم ہو جائے تو کثرت پیشاب میں تبدیل ہو جاتا ہے بسا اوقات علمی کام کرنے والوں میں ایسے دورے ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو دو تکالیف تھیں ان کا بھی اسی مضمون سے تعلق تھا یعنی دوران سر پیشاب کے بار بار آنے میں تبدیل ہو جایا کرتا تھا۔

اعصابی کمزوری سے جو جنسی کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں ان کا بھی کالی فاس مؤثر علاج ہے۔ جن عورتوں میں حمل گرنے کا رجحان پایا جائے اس میں کالی فاس کو نہیں بھولنا چاہئے۔ عام طور پر حمل کے آغاز میں حمل ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو وائی برنم اوپولس (Vi. Burnum Opulus Q) مدر ٹنکچر میں دی جاتی ہے۔ دوسرے تیسرے مہینہ میں سابانا چوتھے پانچویں مہینہ میں کالی کارب۔ لیکن مہینوں کے اعتبار سے میں نے دوائیں استعمال کرکے دیکھیں تو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا اور کئی عورتیں اپنے بچے کھو بیٹھیں پھر میں نے اس طرز فکر کو بدلا اور تحقیق کی تو پتہ چلا کہ کالی فاس اس میں چوٹی کی دوا ہے۔ چوٹ لگنے یا پاؤں پھسلنے کی وجہ سے حمل ضائع ہو جائے تو آرنیکا دینا بہت ضروری ہے۔ ایسی صورت میں دوسرے حمل کے ضائع ہونے کے خطرہ سے پہلے ہی اونچی طاقت میں آرنیکا دینا ضروری ہے۔ بیماری کی یادداشت مٹانے کے لئے آرنیکا کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اکثر حمل ضائع ہونے میں اعصاب کا گہرا تعلق ہوتا ہے اسی وجہ سے کالی فاس اثر انداز ہوتی ہے۔ کالی فاس کے علاوہ کولوفائیلم بھی حمل ضائع ہونے میں بہت مفید دوا ہے۔ خون شروع ہونے کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو کالی فاس ہی کافی ہے لیکن اگر خون جاری ہو چکا ہو تو کالی فاس کے ساتھ فیرم فاس ملانا بہت ضروری ہے۔

کالی فاس دل کی تکلیف انجائنا میں بھی یاد رکھنے کے قابل دوا ہے۔ میں انجائنا میں اسے میگ فاس سے ملا کر دیتا ہوں تو بہت مفید ثابت ہوتی ہے لیکن اور دوائیں بھی دینی پڑتی ہیں جو مریض کالی فاس طلب کرتا ہو اس کی پھنسیاں اور دانے چہرے اور دیگر اعضاء پر نہیں ہوتے بلکہ پیٹ یا کمر پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلے صرف کالی فاس استعمال کروائیں لیکن اگر افاقہ نہ ہو تو دوسری دوائیں تلاش کریں۔

کالی فاس کے مریض کے ہاتھ پاؤں عموماً ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ آرسنک میں بھی ہاتھ پاؤں بلکہ سارا جسم ٹھنڈا ہوتا ہے لیکن جہاں جلن محسوس ہو وہاں گرمی پہنچانے سے آرام آتا ہے۔ کالی کارب میں گرمی آرام دیتی ہے لیکن جہاں جلن ہو وہاں گرمی آرام نہیں دیتی۔

سورائینم کا مریض بھی ٹھنڈا ہوتا ہے لیکن آرسنک کے مریض سے اس لحاظ سے مختلف ہوتا ہے کہ سورائینم کا مریض افیمی مزاج ہوتا ہے جسم بھی میلا میلا سا دکھائی دیتا ہے جبکہ آرسنک کا مریض شاہی مزاج رکھتا ہے اور انتہائی نفاست پسند ہوتا ہے۔ کالی فاس اور کالی کارب کا مریض بھی ٹھنڈا ہوتا ہے یہ سب دوائیں وہ ہیں جن کا اعصاب سے بہت گہرا تعلق ہے۔

اگر جلدی بیماریاں جسم کے اندر منتقل ہو جائیں تو وہ اعصاب پر اثرانداز ہوتی ہیں اور اعصاب جواب دے جاتے ہیں جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اس میں دفاع کی طاقت نہیں رہتی کالی کارب اور سورائینم کا ایسی دواؤں میں شمار ہے لیکن آرسنک اور کالی فاس میں بیرونی بیماریوں کے اندر منتقل ہونے کا کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ براہ راست اعصاب سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں کوئی بحث نہیں کہ ایگزیما وغیرہ اندر منتقل ہوا تھا یا نہیں یہ ان کا ذاتی مزاج ہے کہ جب اعصاب میں کمزوری پیدا ہو تو مریض کا جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے خواہ کوئی بیرونی بیماری اند منتقل ہوئی ہو یا نہیں لیکن سورائینم میں باہر کی بیماری اندر منتقل ہونے سے سورائینم کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اور مریض کا جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے جب اس بیماری کو سورائینم دے کر باہر دھکیلنے کی کوشش کریں تو سورائینم کے مریض کا مزاج سلفر کی طرح گرم ہو جاتا ہے چنانچہ پتہ چلا کہ سورائینم نے جو سردی کا احساس پیدا کیا تھا وہ بیرونی بیماری کے اعصاب پر اثرانداز ہونے کی وجہ سے تھا۔ جب سورائینم دی گئی تو بیماری واپس جلد پر منتقل ہوگئی اور سلفر کی علامات ابھر کر واضح ہوگئیں یعنی سلفر سے جلد کا علاج ہونا چاہئے تھا۔ کالی فاس اور آرسنک دونوں مختلف دوائیں ہیں۔

بعض ہومیوپیتھک معالجین نے کالی فاس اور تمام پوٹاشیم سالٹ کے بارے میں تنبیہ کی ہے کہ بخار کے دوران استعمال نہ کئے جائیں لیکن میرا تجربہ ہے کہ جس طرح چڑھے ہوئے بخار میں سوڈیم سالٹ نہیں دیئے جاتے اسی طرح پوٹاشیم سالٹ بھی نہیں دینے چاہئیں۔ یہ احتیاط صرف چڑھتے بخار میں لازم ہے جب بخار اترنے لگے تو یہ دوا (کالی فاس) بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ اگر یادداشت کمزور ہو، اعصاب جواب دینے لگیں ایسا پاگل پن جو مزمن ہو جائے تو کالی فاس ایک لاکھ طاقت میں دیں۔ عمومی پاگل پن اور ہسٹیریا میں نمایاں فرق ہے وہ وجہ معلوم کرنی چاہئے جس کے باعث مریض ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے اگر موجبات معلوم ہو جائیں تو پھر وہی دوا دیں جس کا علامات تقاضہ کرتی ہیں لیکن اگر وجہ معلوم نہ ہو سکے تو پاگل پن میں مندرجہ ذیل دوائیں مفید ثابت ہوتی ہیں سلفر ۲۰۰ + سورائینم ۲۰۰۔ دونوں ملا کر دیں۔

خون بڑھانے اور بچوں کی عمومی صحت کی بحالی کے لئے اور کمزوری دور کرنے کے لئے کالی فاس، فلکیریا فاس اور فیرم فاس 6X میں ملا کر دینا بہت مفید نسخہ ہے۔ اگر بچہ پیدائشی طور پر کمزور ہو تو اس میں ساتھ سلیشیا ملا کر دینا بہت مفید رہتا ہے یعنی اگر بچہ وقت سے پہلے پیدا ہو گیا ہو بہت سے عضلات جو جسم کے اندر نشو و نما پانے چاہئیں تھے وہ نہیں پا سکے انکو سلیشیا تقویت دیتا ہے۔ میرے تجربہ میں ہے کہ پیدائشی کمزوریاں دور کرنے کے لئے اس نسخہ کے ساتھ سلیشیا داخل کر دیں تو بہت اچھے نتائج ظاہر کرتا ہے۔

چھوت کے بخاروں (Septic Fever) میں کالی فاس اور فیرم فاس دونوں بہت مفید دوائیں ہیں لیکن فیرم فاس جلدی نہ دیں صرف اکیلا فیرم فاس ایکونائٹ کا متبادل ہے لیکن اس کی نسبت نرم اور دیرپا اثرات کا حامل ہے۔ ایکونائٹ ہر بیماری کے آغاز میں دی جاتی ہے۔ یا تو یہ فوری اثر دکھاتی ہے یا بالکل کام نہیں کرتی۔ فیرم فاس بیماری کے شروع میں بھی کام آتا ہے اور پھر کام آتا چلا جاتا ہے ایکونائٹ کی طرح اپنا اثر چھوڑ نہیں دیتا۔ اسے کالی فاس سے ملا کر بخار کے شروع میں نہیں دینا چاہئے۔ جب بخار اترنے لگے پھر دیں جب ایک دفعہ ردعمل صحیح بیٹھ جائے تو ۲۴ گھنٹے کے وقفہ کے بعد دیتے رہیں جو بخار چھوت سے ہو اس کے بعض اوقات مقرر ہوتے ہیں جن میں وہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ہر بخار کا اگلا حملہ پہلے حملہ سے زیادہ شدید ہوتا ہے اور دماغ پر یا اعصاب پر اثر کرتا ہے۔ ایسی صورت میں لمبے وقفے اچھے نہیں ہوتے ایک دفعہ دوا کا اثر شروع ہو جائے تو اسے جاری رکھنا چاہئے لیکن پہلی دفعہ شروع بخار میں نہ دیں۔ جب بخار اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو علاج شروع کریں۔ دوسرے دن جب بخار اترے یا کم ہو تو دوا نہ دیں جب انتہا پر ہو پھر شروع کریں۔ اور اگر آپ محسوس کریں کہ بخار کا سب سے اونچا مقام پہلے دن سے نسبتاً کم ہے اور تکلیفوں کی کمی ہے تو پھر بے شک دوا جاری رکھیں اور ٹائیفائیڈ میں یہ بہت مفید نسخہ ہے جہاں علامتیں گڈمڈ ہوگئی ہوں، کئی قسم کے شبہات ہوں، ٹائیفائیڈ کے حملہ کے دوران اتنا وقت نہیں ہوتا کہ آپ تجربے کریں کیونکہ اگر دوائیں ایک دو دفعہ بدل دیں تو جسم اس کے خلاف ردعمل دکھانا بند کر دے گا اور معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ٹائیفائیڈ میں بالکل صحیح تشخیص ضروری ہے کیونکہ ٹائیفائیڈ میں دوائیں بدلنی بہت خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔

جہاں پر علامات واضح نہ ہوں وہاں ایک بہترین نسخہ جو ہر قسم کے بخار میں کم و بیش فائدہ دیتا ہے وہ یہ ہے: پائیروجینم ۲۰۰ + ٹائیفائیڈینم ۲۰۰ + کالی فاس 6X اور فیرم فاس 6X۔ بخار کے دوران دو تین دفعہ دن میں دی جا سکتی ہے۔

پائیروجینم خصوصاً عورتوں کے پرسوتی بخار (Puerperal Infection) کی چوٹی کی دوا ہے۔ اگر عورتوں کو بچوں کی پیدائش کے بعد رحم میں انفکشن ہو جائے تو اس کی علامات گوشت کے زہر کے اثرات سے بہت ملتی ہیں۔ یہ دوا گوشت کے سڑنے سے جو زہر پیدا ہوتا ہے اس سے بنائی جاتی ہے اس لئے یہ دوا بہت مفید ہے۔

کالی فاس کے مریض کی تکلیفیں ہوا کے جھونکے سے بڑھتی ہیں۔ وہ کھلی ہوا سے نفرت کرتا ہے اور اسے فوراً نزلہ شروع ہو جاتا ہے۔

کالی فاس کو عموماً چھوٹی طاقتوں میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن بعض بیماریوں میں یہ اونچی طاقت میں بہترین ثابت ہوئی ہے۔

بقیہ صفحہ ۲ اخبار احمدیہ

ہونے والی پیشگوئی کا ایمان افروز تذکرہ فرمایا حضور انور نے فرمایا کہ ۱۹۹۷ء میں لیکھرام کی پیشگوئی سے یہ عظیم الشان مماثلت اس طرح پوری ہوئی ہے کہ جنرل ضیاء الحق کی ہوائی حادثہ میں ہلاکت پر مقرر کی جانے والی تحقیقی ٹیم نے مجھے جنرل ضیاء الحق کی ہلاکت میں ذمہ دار ہونے کے الزام سے بَری قرار دیا ہے اور وہ شخص جس نے مجھ پر یہ الزام لگایا تھا وہ اسی سال کئے جانے والے مباہلہ کی خدائی سزا میں ہلاک ہو چکا ہے۔

احباب جماعت پیارے آقا کی صحت و تندرستی درازیٔ عمر مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

اللھم اید امامنا بروح القدس و بارک لنا فی عمرہ و امرہ

اعلانات دُعا

☆ کچھ عرصہ سے ہماری جماعت کے ایک دوست — راجہ بابو الطاف احمد صاحب مکان کی اوپر والی منزل سے رات کے تقریباً ایک بجے گر گئے جس کی وجہ سے ان کی کمر میں سخت تکلیف ہے۔

☆ عبد الرحمٰن لون صاحب کو کسی نامعلوم شخص نے رات کے وقت ایک چھری سے شدید زخمی کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بال بال بچے ان کو اٹھاسی ۸۸ ٹانکے لگے۔ وہ ابھی بستر پر ہی ہیں۔ دونوں کی شفائے کاملہ عاجلہ نیز جماعت احمدیہ کے تمام افراد کے ہر شر سے محفوظ رہنے کیلئے درخواست دعا ہے۔

(ظہور احمد چک ایمرچھ پونچھ)

لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ۔ (اے محمدؐ) اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔ (حدیث قدسی)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

﴿منجانب﴾

محتاج دُعا۔ جماعت احمدیہ اتر پردیش

ارشاد نبوی

خَیرُ الزَّادِ التَّقوٰی

سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے

﴿منجانب﴾

رکن جماعت احمدیہ ممبئی

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرحیم جیولرز

پروپرائٹر۔ سید شوکت علی اینڈ سنز

پتہ۔ خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون نمبر۔ 629443

طالبان دُعا:۔

آٹو ٹریڈرز

AUTO TRADERS

16 بینٹولین کلکتہ 700001

دکان۔ 248-5222, 248-1652

رہائش۔ 243-0794, 27-0471

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N 61/57

FAX - 01872 -20105

01872- 20757

THE WEEKLY BADR QADIAN 143516

DISTT - GURDASPUR, PUNJAB (INDIA).

VOL - 46 | THURSDAY, | AUGUST 7th 1997 | ISSUE NO - 32

ہومیوپیتھی طریق علاج کے متعلق آسان اور مفید معلومات

ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہومیوپیتھی اسباق سے مرتّبہ کتاب "ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار۔

(قسط نمبر 38)

کالی فاسفوریکم

KALI PHOSPHORICUM

(Phosphate of Potassium)

پوٹاشیم فاسفیٹ انسانی جسم کی رطوبتوں اور خلیوں میں پایا جانے والا ایک اہم جزو ہے خصوصاً دماغ، اعصاب، عضلات اور خون میں موجود رہتا ہے اور انسانی زندگی کی نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی کمی سے اعصابی اور ذہنی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ پوٹاشیم فاسفیٹ سے جو دوا تیار کی جاتی ہے وہ کالی فاس کہلاتی ہے۔ کالی فاس اعصاب کو تقویت دینے والی چوٹی کی دوا ہے۔ ہومیو پیتھی اصطلاح میں اسے اینٹی سورک دوا بھی کہا جاتا ہے یعنی ان امراض کی دوا جو جلد پر اثرانداز ہوں اور دب کر جسم کے اندر چلی جائیں۔ جہاں تک میں نے کالی فاس کے خواص کا جائزہ لیا ہے یہ اینٹی سورک نہیں ہے بلکہ اعصاب پر اثرانداز ہوتی ہے۔ جہاں اعصاب میں ان معنوں میں کمزوری واقع ہو جائے، کہ مرض بیرونی جلد سے دب کر اندرونی جھلیوں میں منتقل ہو جائے اور اعصاب پر اثر انداز ہو تو کالی فاس اسے اچھال کر دوبارہ جلد پر ظاہر کر دے گی۔ کالی فاس، دماغ اعصاب اور خون پر اثر کرتی ہے۔ اعصابی کمزوری اور ذہنی و جسمانی تھکاوٹ میں حیرت انگیز اثر دکھاتی ہے۔ فکر اور پریشانی، کام کی زیادتی اور ہیجانی کیفیات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تکلیفوں میں مفید ہے۔ کالی فاس کا مریض سست اور خوفزدہ رہتا ہے لوگوں سے ملنے جلنے سے گھبراتا ہے، یادداشت بھی کمزور ہو جاتی ہے اور اپنے کام سے لاپرواہ ہو جاتا ہے۔

کالی فاس میں سرد اور مرطوب موسم میں آرام کرنے سے تکلیفوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ علامتیں رسٹاکس میں بھی پائی جاتی ہیں۔ رسٹاکس میں مریض تکلیف بڑھنے کی وجہ سے کروٹ بدلتا ہے لیکن کالی فاس کی یہ عمومی کیفیت ہے کہ رات بھر جسم میں بیماری کی علامات اکٹھی ہوتی رہتی ہیں اور صبح اٹھنے پر یکدم حملہ آور ہوتی ہیں اور صبح کا وقت بہت تکلیف میں گزرتا ہے پھر آہستہ آہستہ افاقہ ہوتا ہے کالی فاس کا یہ اہم نشان ہے کہ بیماریاں آہستہ آہستہ بڑھتی ہیں۔ اگر یکدم جوش دکھائیں اور مریض بےقرار ہو کر بار بار کروٹیں بدلے تو یہ رسٹاکس کی علامت ہے۔ رسٹاکس کا مریض جب چلتا ہے تو ابتدائی حرکت میں تکلیف بڑھ جاتی ہے کچھ چلنے کے بعد آرام محسوس ہوتا ہے کالی فاس کے مریض کو آہستہ حرکت سے آرام ملتا ہے۔ رسٹاکس کی طرح کالی فاس میں بھی ہاتھ پاؤں کا سن ہونا اور عضلات کی بےحسی پائی جاتی ہے لیکن کالی فاس کی یہ پہچان ہے کہ اس کے تمام اخراجات بدبودار ہوتے ہیں رسٹاکس کے مریض کے اخراجات میں ایسی بو نہیں ہوتی بلکہ اس کا بدبو سے کوئی تعلق ہی نہیں البتہ رس (Rhus) کی ایک قسم ایسی ہے جس کا بدبو سے گہرا تعلق ہے اسے رس گلابرا کہا جاتا ہے۔ میں نے بدبودار اخراجات والے مریضوں کے علاج کے سلسلہ میں اس دوا سے بہت استفادہ کیا ہے۔ بعض گہری اور متعفن بیماریوں میں مبتلا مریضوں کے مونہہ اور جسم سے بہت زیادہ بدبو آتی تھی اللہ کے فضل سے رس گلابرا سے بہت فرق پڑا۔ بلکہ گند قسم کی بیماریوں میں کئی اینٹی سورک دوائیں ہیں جن سے علاج کیا جاتا ہے لیکن رس گلابرا اور کالی فاس ملا کر دی جائیں تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کالی فاس کا بھی بدبو سے گہرا تعلق ہے۔

کالی فاس گنگرین کے لئے بھی بہت مفید دوا ہے۔ زخم گل سڑ کر ناسور بن جائیں اور گنگرین کی شکل اختیار کرلیں تو ایلوپیتھک میں عموماً ایسے مریض کے عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے اور احتیاطاً وہاں سے کاٹتے ہیں جہاں تک مرض کا اثر نہ پہنچا ہو۔ میں نے بعض مریضوں میں کالی فاس اور سلیشیا استعمال کر کے دیکھی ہیں جن میں ڈاکٹروں نے حتمی طور پر فیصلہ کر دیا تھا کہ عضو کاٹنا ضروری ہے۔ اللہ کے فضل سے یہ نوبت نہیں آئی اور شفا ہوگئی۔ کالی فاس اور سلیشیا باہم مل کر گنگرین میں اثر دکھاتی ہیں سلیشیا چوٹی کی اینٹی سیپٹک دوا ہے چنانچہ اس فریضہ کو سلیشیا سنبھال لیتی ہے اور کالی فاس کمزور اعصاب میں طاقت پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں بیماریوں کے خلاف ایک دفاعی رد عمل پیدا کیا ہے۔ ان دفاعی ذرات (Anti Bodies) کے بغیر شفا کا عمل ممکن نہیں ہے۔ اگر کسی بیماری کے غلبہ سے اعصاب اتنے کمزور ہو جائیں کہ رد عمل نہ دکھاسکیں تو خواہ کتنی ہی اینٹی بائیوٹک ادویات استعمال کی جائیں وہ فائدہ نہیں پہنچائیں گی کیونکہ جسم رد عمل چھوڑ دیتا ہے اور مریض موت کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔ گنگرین میں جسم کا یہ طبعی رد عمل ختم ہو جاتا ہے لیکن کالی فاس اس رد عمل کو پیدا کرتی ہے اور اعصاب کو طاقت دیتی ہے جس کے نتیجہ میں جسم موت کی حالت سے جاگ اٹھتا ہے اور گنگرین کا مقابلہ شروع کرتا ہے اس وقت سلیشیا بھی اپنا اثر دکھاتی ہے کیونکہ وہ ہر قسم کے جراثیم کا مقابلہ کرنے میں چوٹی کی دوا ہے۔

جہاں خون کا کسی ایک عضو کی طرف زور ہو جائے، یہ اثر بہت سی دواؤں میں ملتا ہے کالی فاس بھی ان دواؤں میں شامل ہے۔ اگر خون جسم کے کسی ایک حصہ کی طرف زور ڈال دے تو کالی فاس کو ۶ ایکس میں استعمال کرنا چاہئے۔

غدودوں کی سوزش میں بھی کالی فاس بہت مفید دوا ہے۔ بسااوقات گردن کی دونوں اطراف میں غدود پھول جاتی ہیں جو تپدق یا کینسر کی وجہ سے بھی ہوسکتے ہیں۔ ان کے علاج کے لئے براہ راست سلیشیا دیں تو بعض اوقات خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ میں سلیشیا کے ساتھ کالی فاس ملا کر دیتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ ترکیب طبعی اور اچھا اثر دکھانے والی ہے اور اس کا کوئی نقصان نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سلیشیا دینے سے پہلے کالی فاس دے کر مریض کو صحیح رد عمل کے لئے تیار کرلیا جائے۔ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ کالی فاس کی ایک ہزار طاقت کی خوراک دے کر ہفتہ دس دن انتظار کرلیا جائے بعض اوقات حیرت انگیز نتائج سامنے آتے ہیں اور ایک خوراک ہی غدودوں کو چھوٹا کرنے لگتی ہے۔ ایسی صورت میں سلیشیا دینے کی ضرورت نہیں۔ آٹھ دس دن کے بعد ایک خوراک اور دی جاسکتی ہے جب تک غدود خود بخود چھوٹے ہو رہے ہیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ کالی فاس صرف بیرونی طور پر نظر آنے والے غدودوں میں ہی نہیں بلکہ اندرونی اعضاء اور رحم کے غدودوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اگر یہ شک ہو کہ یہ گومڑ کینسر کی شکل اختیار کر رہے ہیں تو کالی فاس کو لازماً یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کینسر کے زخموں کو مندمل کرنے میں بھی مددگار ہوتی ہے۔

بعض اور دواؤں کی طرح کالی فاس میں عضلات کو جھٹکے لگنے کی علامت بھی پائی جاتی ہے لیکن ان جھٹکوں کی کوئی ایسی خاص پہچان نہیں ہے جو اسے دوسری دواؤں سے ممتاز کرے۔ عضلات میں عمومی جھٹکے اعصابی کمزوری کی علامت ہے۔ کالی فاس کا ایگریکس سے بھی کسی حد تک مزاج ملتا ہے۔ بعض اوقات چہرے کے پٹھے پھڑکنے لگتے ہیں جو کالی فاس، ایگریکس یا اس سے ملتی جلتی دواؤں کا تقاضہ کرتے ہیں۔

وہ عورتیں جو اپنے خاوند اور بچوں سے بیزار ہو جاتی ہیں اور سرد مہری کا مظاہرہ کرتی ہیں لیکن دوسروں کے ساتھ ان کا رویہ ٹھیک ہوتا ہے اور بداخلاقی ان کے مزاج کا حصہ نہیں ہوتی ان کے لئے کالی فاس اور سیپیا چوٹی کی دوائیں ہیں اگر ان میں تشدد پایا جائے تو ان دواؤں کے ساتھ سٹرامونیم، کیموملیا اور بیلاڈونا کو استعمال کرنا بھی ضروری ہے جس کا دماغی کمزوری سے تعلق ہے اور اگر اس کا علاج نہ کیا جائے اور یہ علامت بہت بڑھ جائے تو ایسی عورتیں تشدد پسند ہو جاتی ہیں اور بانجھ پن کا بھی شکار ہو جاتی ہیں عموماً اس مرض میں سیپیا کو سب سے مؤثر دوا سمجھا جاتا ہے لیکن میرا تجربہ یہ ہے کہ سیپیا سے زیادہ کالی فاس مفید ہے۔ سیپیا کے بارے میں مشہور ہے کہ اس میں ناک کی چوٹی سے کالے رنگ کے نشان شروع ہو کر دونوں اطراف میں اترتے ہیں۔ میں نے کافی مریضوں پر تجربے کئے ہیں لیکن سیپیا کو اس میں زیادہ مفید نہیں پایا عموماً یہ تکلیف جگر کی خرابیوں سے ہوتی ہے اگر جگر پر اثرانداز ہونے والی دوسری دوائیں بھی دی جائیں تو یہ داغ مٹ جاتے ہیں۔ سیپیا بھی فائدہ پہنچا دیتی ہے لیکن اس کا براہ راست ان داغوں سے کوئی تعلق نہیں۔

کسی حادثے یا بری خبر کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بداثرات کے نتیجہ میں بھی کالی فاس بہت مفید ہے۔ اگر صدمہ کی وجہ سے دماغ ماؤف ہو جائے تو یہ کالی فاس کی علامت ہے۔ بری خبر سے معدے اور دل کو نقصان پہنچے تو کالی کارب بہترین دوا ہے۔ نیٹرم میور بھی صدمہ کے اثرات سے پیدا ہونے والے پاگل پن میں مفید ہے۔ صدمہ اور بری خبر کے بداثرات یکساں بھی ہو سکتے ہیں اور الگ الگ بھی۔ کالی فاس میں صدمہ اور اچانک ملنے والی بری خبر دونوں شامل ہیں۔ نیٹرم میور میں صرف صدمہ ہے یہ بہت واضح اور نمایاں فرق ہے۔ اگر نیٹرم میور کے مریضوں کو آغاز میں ہی اگنیشیا مل جائے تو اکثر دماغی علامات ظاہر نہیں ہوتیں۔ اگنیشیا ۳۰ غم کے بداثر کو دور کرنے کے لئے چوٹی کی دوا ہے لیکن اگر دیر ہو جائے اور وقتی طور پر علاج نہ ہو تو دماغ پر مستقل اثر ہوتا ہے جو بعد میں گہرے پاگل پن میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس وقت کالی فاس بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔

اگر بولتے ہوئے صحیح لفظ یاد نہ آئیں اور ان کے بجائے دوسرے لفظ مونہہ میں آ جائیں تو کالی فاس کی علامت ہے خصوصاً نام بھولنے کا تعلق کالی فاس سے ہے۔ مجھے بھی کبھی کبھی یہ شکایت ہوتی ہے اور تحریر و تقریر میں ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور میں کالی فاس ۶ ایکس چند دن استعمال کرو تو یہ ٹھیک ہوجاتی ہیں۔ یہ دوائیں مستقل استعمال نہیں کرنی چاہئیں۔ میں بھی زیادہ استعمال نہیں کرتا۔ اگر اعصابی تناؤ اور سخت تھکاوٹ ہو تو کالی فاس اس میں بہت مفید ہے۔ حضرت اباجان المصلح الموعودؓ نے اعصابی کمزوری دور کرنے کے لئے ایک نسخہ بنایا ہوا تھا وہ یاد رکھنا چاہئے۔ کالی فاس 6X + کیلکیریا فاس 6X + میگ فاس 6X میں۔ ملا کر دن میں دو تین دفعہ استعمال کریں۔

کالی فاس میں آرٹیرو سکلروسس کی علامتیں نہیں ہیں یعنی خون کی نالیاں تنگ ہونے کی وجہ سے یاد داشت متاثر نہیں ہوتی بلکہ اس میں یاد داشت کا نظام بہت صحت مند ہے اگر دماغ سوچ کے دھارے پر چلا ہو اور اچانک دوسری طرف منتقل ہو تو فوراً وہ نام یا لفظ ذہن میں نہیں آتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ذہن پوری طرح دوسری طرف توجہ نہیں دیتا۔ وہ ایک اور سوچ میں ہے اور اپنے آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ اس بات سے منقطع ہو کر کوئی الگ بات سوچے یہ کالی فاس کی علامت ہے۔ اگر تھوڑی دیر کی بات بھول جائے صرف ناموں کی بات نہیں ہے تو یہ آرٹیرو سکلروسس کی علامت ہے اس میں کلیڈیم Caladiam بہت مفید دوا ہے۔ بعض دفعہ اچانک چکر آنے لگتے ہیں جو برائیونیا کی یاد دلاتے ہیں اچانک اٹھنے سے سر جھکانے سے اور سر کی دائیں، بائیں حرکت سے چکر آنے کی علامت کئی اور دواؤں میں بھی پائی جاتی ہے۔ نکس وامیکا بھی چکروں کا بہت اچھا علاج ہے۔ بعض دفعہ سر بوجھل سا محسوس ہوتا ہے اور دماغ کا توازن ٹھیک نہیں رہتا۔ چلتے وقت قدم اکھڑتے ہیں، سر کو حرکت دینے سے چکروں کا احساس ہوتا ہے، پیٹ کی ہوا بھی جب معدے کو ہلاتی ہے تو اس کی حرکت سے دماغ پر اثر پڑتا ہے اور چکر آ جاتے ہیں ایسی صورت میں نکس وامیکا چوٹی کی دوا ہے جو بہت اچھا اور فوری اثر کرتی ہے۔ اگر اعصابی تھکاوٹ کی وجہ سے چکر آئیں تو کالی فاس بہت اچھی دوا ہے۔

اگر ہر بیماری حرکت سے بڑھتی ہو اور سفر کی حالت میں بھی چکر آئیں تو اس میں برائیونیا اچھا اثر دکھاتی ہے۔ چکروں کے ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مریض کس طرف گرنے کا رجحان رکھتا ہے۔ کالی فاس کا مریض توازن قائم نہ رکھ سکے تو سامنے کی طرف گرنے کا رجحان رکھتا ہے۔ بعض مریض پچھاڑ کھا کر پیچھے کی طرف گرتے ہیں ان میں ریڑھ کی ہڈی کی کمزوری ذمہ دار نہیں ہے۔ کالی فاس کا مریض ذہین ہوتا ہے اور اسے ریڑھ کی ہڈی کی خرابی کی وجہ سے نہیں بلکہ ویسے ہی چکر آتے ہیں اپنے آپ کو بچانے کے لئے سامنے کی طرف جھکتا ہے اس میں شعوری ارادہ بھی شامل ہوتا ہے اور یہ خوف بھی کہ کہیں میں پیچھے نہ گر جاؤں اس لئے وہ اپنے آپ کو سنبھال کر آگے کی طرف جھکتا ہے۔

چہرے کے اعصابی دردوں میں عموماً فاسفورس، سلیشیا، سپائی جیلیا اور میگنیشیا فاس مفید ہوتی ہیں۔ میگ فاس بھی اعصاب سے گہرا تعلق رکھنے والی دوا ہے اگر اعصاب میں بےچینی اور عضلات میں تشنج پیدا ہو جائے تو کالی فاس سے زیادہ میگنیشیا فاس کی طرف دھیان دینا چاہئے لیکن کالی فاس خود بھی تشنج پیدا کرتی ہے اور اس کا تشنج زیادہ تر دھڑ کے نچلے حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ عموماً رانوں، پنڈلیوں یا پاؤں میں تشنجی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ میگ فاس کا تشنج جسم کے ہر حصہ سے تعلق رکھتا ہے اور بعض دفعہ انتڑیاں بھی اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ جراثیم کے ذریعہ پھیلنے والی گردوں کی بیماریوں پر بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ میگ فاس میں زود حسی کے علاوہ بعض اور بھی محرکات ہیں جن کی وجہ تشنج ہوسکتا ہے۔ اگر لمبا عرصہ کھڑا رہنے کی وجہ سے پنڈلیوں میں تشنجی کیفیات پیدا ہوں تو کاربوویج ۳۰ بہت مفید ہے اور اعصاب میں جان پیدا کر دیتی ہے۔ میگ فاس بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔

ٹائیفائیڈ کے نتیجہ میں مونہہ میں گہرے زخم ہو جاتے ہیں زبان گندی اور بہت بدبودار ہو جاتی ہے کالی فاس میں بھی یہ علامات پائی جاتی ہیں جب دفاعی طاقتیں جواب دے جائیں تو عفونت جسم پر عمومی قبضہ کر لیتی ہے زبان پر پھپھوندی لگ جاتی ہے کالی فاس اس میں بہت اچھی دوا ہے۔ کالی فاس میں ایک اور علامت یہ پائی جاتی ہے کہ بھوک لگتی ہے لیکن کھانا کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ عام طور پر یہ بہت حساس لوگوں کا مرض ہے وہ نوجوان بچے اور بچیاں جو بہت دبلے پتلے ہوتے ہیں اور لوگ انہیں چھیڑتے ہیں وہ بہت حساس ہو جاتے ہیں اور کھانے کے خلاف رد عمل دکھانے لگتے ہیں جس چیز کی ضرورت ہے وہی استعمال نہیں کرتے۔ ایسے مریضوں میں جو زیادہ حساس ہونے کی وجہ سے بھوک نہ لگنے کی بیماری (Anorexia) میں مبتلا ہو جائیں ان میں کالی فاس سب سے اچھی دوا ہے۔ ایک خوراک اونچی طاقت میں دینے سے حیرت انگیز اثر ظاہر ہوتا ہے۔ جگر یا معدے کی خرابی سے بھوک مٹ جائے تو نکس وامیکا بہترین دوا ہے۔ نکس وامیکا کی نیند کی علامت بھی کالی فاس سے ملتی ہے۔ کافی اور چائے وغیرہ پینے سے نیند اڑ جائے یا ذہن میں ہیجانی کیفیت ہو تو نکس وامیکا علاج ہے لیکن اگر اعصابی اکساہٹ کی وجہ سے نیند اڑے تو کالی فاس کو اولیت دینی چاہئے۔ معدہ ہوا سے بھر جائے تو نکس وامیکا ہوا کو حرکت دینے میں بہت مفید ہے لیکسز اور آرنیکا ملا کر دینے سے بھی انتڑیوں کی رکی ہوئی حرکت بحال ہو جاتی ہے ہوا کا معدے پر دباؤ کئی وجوہات کی بناء پر ہوتا ہے انتڑیوں کی حرکت کمزور ہو جائے تو ہوا معدہ میں ہی جمع ہوتی رہتی ہے اور تیزابیت کی وجہ سے تشنج ہو جاتا ہے اس کیفیت میں نکس وامیکا بہت مفید ہے۔ ہوا کے دباؤ کو نارمل کرتی ہے۔

کالی فاس اور آرسنک ایسی دوائیں ہیں جن کے مزاج میں عام طور پر بدبو نہیں ہوتی لیکن جب بیماری حملہ کرے اور بخار ہو تو مریض کے اخراجات میں سخت بدبو پائی جاتی ہے چونکہ بو اور بھی بہت سی دواؤں کے مزاج میں ہے اس لئے ہر مریض میں یہ علامت تلاش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ دوا کے مزاج کی بدبو نہیں ہے بلکہ بعض بیماریوں سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ جو امراض چھوت اور جراثیم وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں ان کے مادے ہمیشہ بدبودار ہوتے ہیں اسی لئے ٹائیفائیڈ کے مادے میں بو پائی جاتی ہے۔ آرسنک اور کالی فاس کے اپنے مزاج میں بو نہیں ہے۔

صبح کے وقت کھانا دیکھ کر بھوک ختم ہونا بھی کالی فاس کی علامت ہے۔ سلفر میں بھی صبح بھوک نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ سلفر میں بھی نکس وامیکا کی طرح انتڑیوں کی حرکت میں کمی آ جاتی ہے اور کھانا جو نارمل طریق پر ۱۲، ۱۴ گھنٹے میں اپنا دور مکمل کر لیتا

(باقی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

ڈیزائننگ وکمپوزنگ: کرشن احمد۔ مصباح الدین قادیان